Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

•جلد 10/•شمارہ 01/•جولائی/2020

کھرا کون؟
کھوٹا کون؟

غور کیجیے

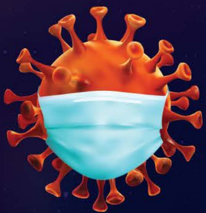

مجھ سے ملیے

قربانی

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

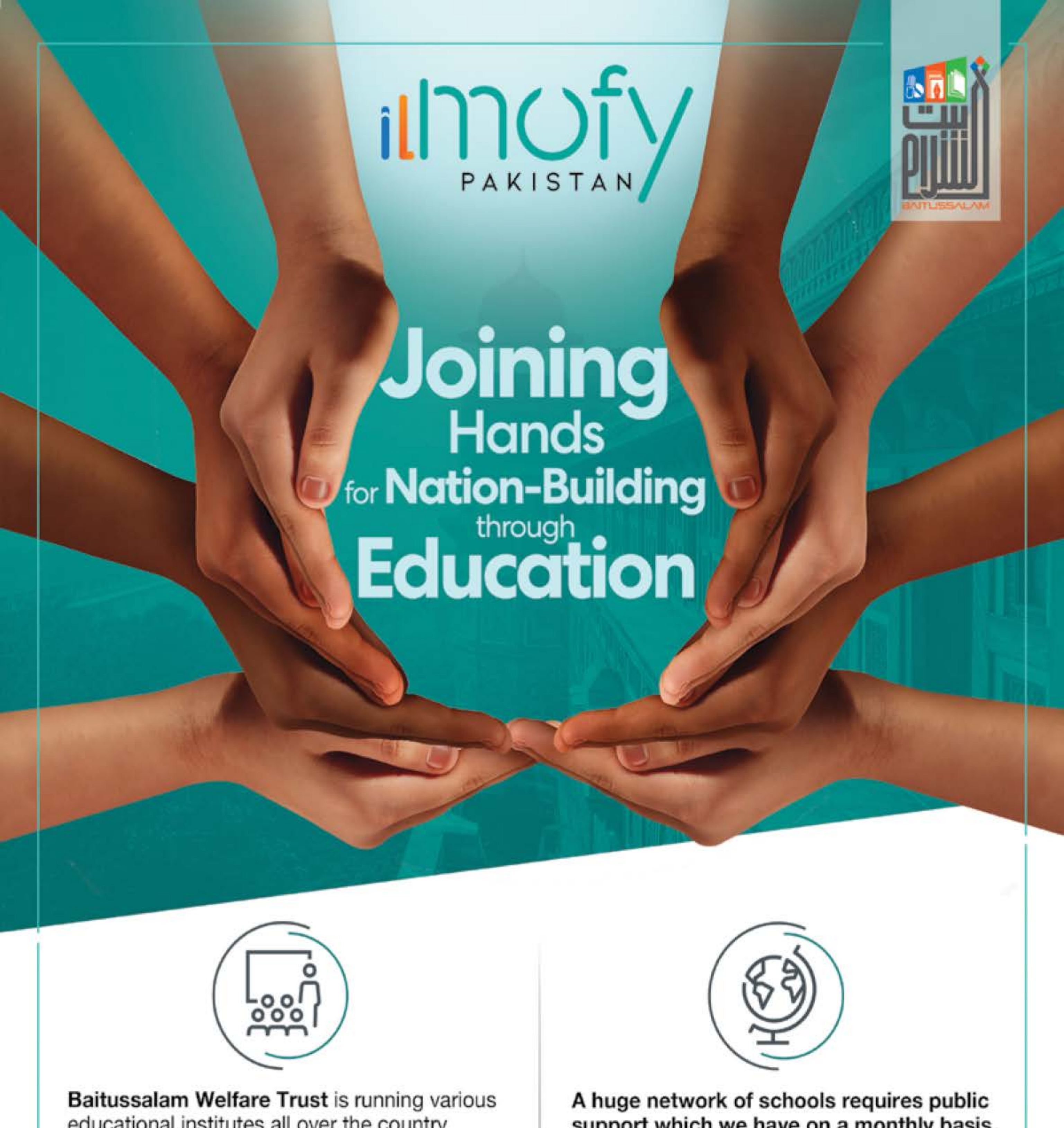

Baitussalam Welfare Trust is running various educational institutes all over the country catering to no less than **40,000 students**. The education provided includes primary education, O-level, A-level, and religious sciences in urban as well as far-flung rural areas. Moreover, Baitussalam has established schools for **Syrian Refugees in Turkey** and the border camps.

BECOME A **MEMBER NOW**

http://baitussalam.org/IlmofyPakistan

A huge network of schools requires public support which we have on a monthly basis, Alhamdulillah! Now Baitussalam plans to expand its education network which necessitates a widening of its fundraising mechanism. For this purpose, an educational membership campaign, namely **Ilmofy Pakistan**, is being launched on a national level in which members shall donate **Rs.5000 per month for supporting the educational** expenses of Baitussalam.

ilmofy@baitussalam.org +923323332401

ماہ نامہ
فہمِ دین
کراچی

جولائی 2020

فہمِ وفکر

کھرا کون؟ کھوٹا کون؟ — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم — 05
فہمِ حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ — 06
آئینہ زندگی — حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ — 08

مضامین

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ — جنید حسن — 10
حضرت عبد اللہ بن وہبؒ — حذیفہ رفیق — 12
غور کیجیے — عظمیٰ شمیم — 14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 16
باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 18

خواتینِ اسلام

حضرت راحیل بنتِ ابان — ندا اختر — 21
قربانی — امۃ اللہ — 22
وقت کی اہم ضرورت — اُمِ حیات ہنگورا — 25
کایا پلٹ — عائشہ طاہر — 26
مجھ سے ملیے — سمیعہ گل شمیم — 28

باغیچہ اطفال

رحمت کا فرشتہ — قرۃ العین خرم ہاشمی — 29
راجو کا بہادر — ڈاکٹر الماس روحی — 31
سرسبز گھر — سلمان یوسف — 32
گر گر کے بڑے ہوتے ہیں — خدیجہ صدیقی — 33
عقل مند ماریہ — عائشہ تنویر — 35
یہی تو ہے مقابلہ — سویرا فلک — 36
سمندری بلا — فوزیہ خلیل — 38
بچوں کے فن پارے — 39
انعامات ہی انعامات — 40

بزمِ ادب

استادِ محترم کو میرا سلام کہنا — احمد حاطب صدیقی — 42
درودِ پاک — عائشہ صدیقی عائش — 43
گلدستہ — محمد اصغر فتح پوری — 44

اخبار السلام

اجتماعی وقفِ قربانی — ادارہ — 46

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمٰن
ناظم	خالد عبد الرشید
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے
C-26 گراؤنڈ فلور بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
سالانہ فیس:	520 روپے
بیرونِ ملک بدلِ اشتراک:	35 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | مطبع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہمِ دین

کسی نے کبھی خدا کو بولتے دیکھا ہے؟ نہیں نا! اس دُنیا میں وہ بولتا دِکھائی نہیں دیتا، لیکن وہ اپنی قدرت کا اظہار ضرور کرتا ہے۔
غزوۂ اُحد شروع ہونے والا تھا۔ اصلی اور حقیقی ریاستِ مدینہ کو بنے دو سال مکمل ہو چکے تھے۔
مدینہ میں یہودیوں کے علاوہ سبھی کلمہ گو تھے، سبھی مسجد نبوی میں آتے تھے، سبھی حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔
مسلمانوں اور منافقوں کی ایک ملی جلی سوسائٹی تھی، بڑی خاموشی سے اسلامی ریاست کے چشمے سے اپنے پرائے سبھی مستفید ہو رہے تھے۔
اُس وقت تک نہ اللہ تعالیٰ نے کوئی فرقان اتاری تھی اور نہ ہی پیارے نبی ﷺ نے کسی کا پردہ چاک کیا تھا۔
پھر سن تین ہجری آیا، غزوۂ بدر میں قریش مکہ کو بدترین شکست ہوئے ایک سال گزر چکا تھا، قریش مکہ اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے بڑے بے تاب تھے، چناں چہ غزوۂ اُحد کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مدینہ منورہ میں اللہ کے نبی ﷺ نے بھی مشورے کے لیے صحابہ کرام کی مجلس بلالی۔

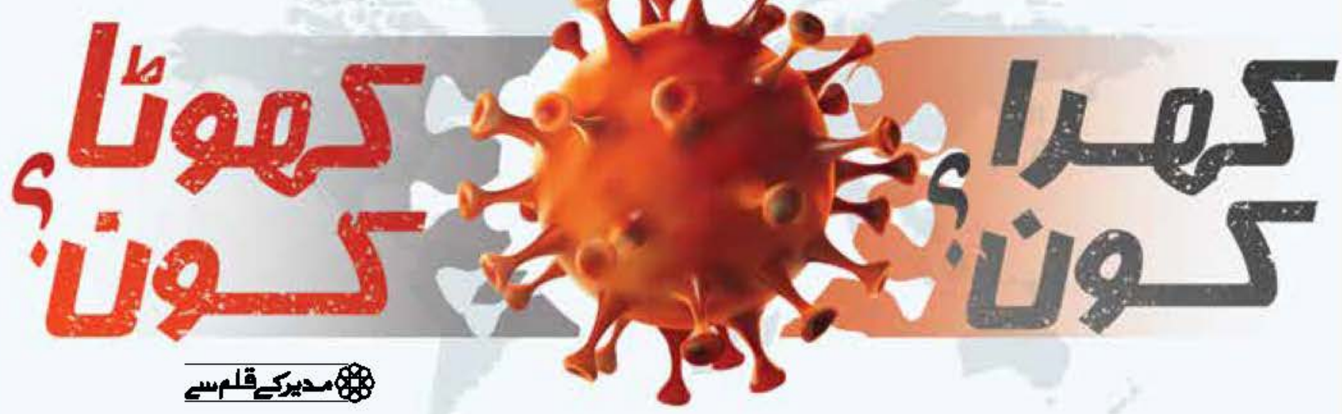

مدیر کے قلم سے

اس میں بڑے بڑے صحابہ بھی آئے اور کچھ منافقین بھی شریک ہوئے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ اور منافقین کی رائے یہ تھی کہ یہ جنگ مدینہ کے اندر رہ کر لڑنی چاہیے۔
کچھ نوجوان صحابہؓ نے (جو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور اب جہاد کی سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہتے تھے) رائے دی کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے۔
مدینہ کی جغرافیائی حدود کی وجہ سے باہر نکل کر لڑنے میں جیتنے کے کم امکان اور اندر رہ کر لڑنے میں جیتنے کے امکان نسبتاً زیادہ تھے،
اللہ کے نبی ﷺ نے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر لڑنے کا نہ صرف اعلان کر دیا، بلکہ گھر سے زرہ پہن کر بھی باہر تشریف لے آئے۔
عقل کے گھوڑے دوڑانے والے دانش وَر اور بے سروپا ہانکنے والا میڈیا ہوتا تو نہ جانے کیا غل غپاڑہ ہوتا، مگر کچھ منافقین وہاں ضرور تھے، جن کے پیٹوں مروڑ اٹھ رہا تھا
لیکن انھیں کیا پتا کہ: خدا بولتا دِکھائی نہیں دیتا، مگر وہ اپنی قدرت کا اظہار ضرور کرتا ہے۔
وقت آ چکا تھا، اللہ تعالیٰ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا چاہ رہے تھے، وہ کھرے کھوٹے کو کھلی آنکھوں اسی دُنیا میں بے نقاب کرنا چاہ رہے تھے۔
1000 لوگ مدینہ کی بستی سے میدانِ اُحد کی طرف نکلے۔ اللہ کی طرف سے آزمائش تھی،
مومنین کے دِل بلیوں اُچھل رہے تھے اور منافقوں کے دِل ڈانواڈول ہو رہے تھے، پہلا گروہ اسے اللہ کی مشیّت اور جہاد سمجھ رہا تھا اور
دوسرا گروہ اسے "اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنا" سمجھ رہا تھا اور پھر آسمانِ دُنیا نے دیکھا کہ بیچ راستے سے یہ تین سو کا گروہ مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپ کر
واپس مدینے کے راستے پر چل پڑا اور نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے کھلی آنکھوں آستین کے سانپوں کو اپنے بیچ سے علیحدہ ہوتا دیکھ لیا۔
تو اگرچہ خدا بولتا دِکھائی نہیں دیتا، مگر وہ اپنی قدرت کا اظہار ضرور کرتا ہے۔
قارئینِ گرامی! خدا آج بھی ہے، وہ آج بھی بولتا دِکھائی نہیں دیتا، مگر اس کی قدرت کا اظہار آج بھی ہوتا ہے۔
ان دو چار ماہ میں زمانہ قیامت کی چال چل گیا، سارا نظامِ زندگی ہی بدل کے رہ گیا، اتنا دَجل! اور اتنی کنفیوژن! خدا کی پناہ! کھرے کھوٹے کو پہچاننا مشکل ہو گیا ہے
آج پھر ایک آزمائش ہے کہ ہم ایک "چھوٹی سی مخلوق" کے خوف اور ڈر سے خالق کے دَر سے دور ہو جاتے ہیں اور اس کے سامنے جھکنا چھوڑ دیتے ہیں یا
پھر خالق کی مدد سے، اس کے سامنے جھک کر "کرونا" جیسی نہ نظر آنے والی وبا اور مصیبت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔
خدا اپنے فضل کا معاملہ ہی رکھے اور ہمارا شمار اپنے کھرے اور سچے لوگوں کے ساتھ ہی فرمالے، جو قرآن وسنت سے رہ نمائی لینے والے ہیں،
جو مساجد اور مدارس کو آباد کرنے والے ہیں اور جو فتنوں کے زمانے میں بھی اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے سرشار ہیں
یہ زمانہ خدا سے پناہ مانگنے اور ہوشیار رہنے کا ہے، تاکہ ہم دین کی روشنی اور علمائے کرام کی رہ نمائی میں کھوٹوں کو کھروں سے الگ کر سکیں،
ورنہ میڈیا کے بازی گر تو ہر وقت کنفیوژن اور خوف پھیلانے میں ہی مصروف رہتے ہیں۔
یہ دعا ضرور کرتے رہنا چاہیے: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ (الحدیث)
اے اللہ! ہمیں حق کو حق دیکھنے کی توفیق دے اور اس کے ساتھ رہنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل، باطل ہی دِکھا اور اس سے اپنی حفاظت میں رکھ! والسلام!

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ
وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا 21

ترجمہ: اور آخر تم کیسے (وہ مہر) واپس لے سکتے ہو، جب کہ تم ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو چکے تھے اور انھوں نے تم سے بڑا بھاری عہد لیا تھا

وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ
إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا (کسی وقت) نکاح کر چکے ہوں، تم انھیں نکاح میں نہ لاؤ، البتہ پہلے جو کچھ ہو چکا، وہ ہو چکا۔ یہ بڑی بے حیائی ہے، گھناؤنا عمل ہے اور بے راہ روی کی بات ہے۔ 22

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

تشریح نمبر 1: جاہلیت میں لوگ اپنی ماں سے نکاح کرنے کو کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اس آیت نے اس بے شرمی کو ممنوع قرار دے دیا، البتہ جن لوگوں نے اسلام سے پہلے ایسا نکاح کیا تھا، ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ پچھلا گناہ معاف ہے، کیوں کہ اسلام لانے سے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ اس آیت کے نزول کے بعد نکاح کا یہ تعلق ختم کرلیا جائے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ
الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ
وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي
دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ
أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

ترجمہ: تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں، تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور بیویوں کی مائیں اور تمہارے زیرِ پرورش تمہاری سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری ان بیویوں (کے پیٹ) سے ہوں، جن کے ساتھ تم نے خلوت کی ہو۔ ہاں اگر تم نے ان کے ساتھ خلوت نہ کی ہو (اور انھیں طلاق دے دی ہو یا ان کا انتقال ہو گیا ہو) تو تم پر (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے، نیز تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں اور یہ بات بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو، البتہ جو کچھ پہلے ہو چکا وہ ہو چکا۔ بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

تشریح نمبر 2: سوتیلی بیٹیاں چوں کہ عام طور پر انسان کے زیرِ پرورش ہوتی ہیں، اس لیے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، ورنہ اگر کوئی سوتیلی بیٹی زیرِ پرورش نہ بھی ہو تو وہ بھی حرام ہے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ
لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا
تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا

ترجمہ: نیز وہ عورتیں (تم پر حرام ہیں) جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہوں، البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آجائیں (وہ مستثنیٰ ہیں)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیے ہیں۔ ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطورِ مہر) خرچ کر کے انھیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو، بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کا رشتہ قائم کر کے عفت حاصل کرو، صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو، چناں چہ جن عورتوں سے (نکاح کر کے) تم نے لطف اٹھایا ہو، ان کو ان کا وہ مہر ادا کرو جو مقرر کیا گیا ہو، البتہ مہر مقرر کرنے کے بعد بھی جس (کی بیشی) پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یقین رکھو کہ اللہ ہر بات کا علم بھی رکھتا ہے، حکمت کا بھی مالک ہے۔

تشریح نمبر 3: جو کنیزیں جہاد کے دوران گرفتار کر کے دارالسلام لائی جاتی تھیں اور ان کے شوہر دارالحرب میں رہ جاتے تھے، ان کا نکاح ان شوہروں سے ختم ہو جاتا تھا، لہٰذا جب وہ دارالسلام میں آنے کے بعد ایک حیض کی مدت پوری کر لیتیں اور ان کو پچھلے شوہر سے حمل نہ ہوتا تو ان کا نکاح دارالسلام کے کسی مسلمان سے جائز تھا، مگر یہ حکم انھی باندیوں کا ہے، جو شرعی طور پر باندی بنائی گئی ہوں۔ آج کل ایسی باندیوں یا کنیزوں کا کہیں وجود نہیں ہے۔

تشریح نمبر 4: مقصد یہ ہے کہ نکاح ایک دیرپا تعلق کا نام ہے، جس کا مقصد صرف جنسی خواہش پوری کرنا نہیں ہے، بلکہ ایک مضبوط خاندانی نظام کا قیام ہے جس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے حقوق اور ذمے داریوں کے پابند ہوتے ہیں اور رشتے کو عفت وعصمت کے تحفظ اور بقائے نسلِ انسانی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ صرف شہوت نکالنے کے لیے ایک عارضی تعلق پیدا کر لینا، خواہ وہ پیسے خرچ کر کے ہی کیوں نہ ہو، ہرگز جائز نہیں ہے۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

سچے مؤمن کے لیے ہر حال میں خیر ہی خیر ہے

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ۔

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندۂ مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے ،اس کے ہر معاملے اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اگر اس کو خوشی، راحت اور آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم و کریم رب کا فیصلہ اور اس کی مشیت یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجبِ برکت ہوتا ہے۔" (مسلم)

تشریح: اس دنیا میں تکلیف اور آرام تو سب ہی کے لیے ہے، لیکن اس تکلیف اور آرام سے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا یہ صرف ان اہلِ ایمان ہی کا حصہ ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا ایمانی رابطہ قائم کرلیا ہے کہ وہ چین و آرام اور مسرت و خوشی کی ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب کسی رنج اور دکھ میں مبتلا کیے جاتے ہیں یا کوئی ناخوش گواری ان کی پیش آتی ہے تو وہ بندگی کی پوری شان کے ساتھ صبر کرتے ہیں اور چوں کہ دکھ سکھ اور خوشی ایسی چیزیں ہیں، جن سے انسان کی زندگی کسی وقت بھی خالی نہیں رہتی، اس لیے ان بندگانِ خدا کے قلوب بھی صبر شکر کی کیفیات سے ہمہ دم معمور رہتے ہیں۔

توکل اور رضا بالقضا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ (یعنی اس کے احکام کی تعمیل اور اس کے حقوق ادا کرنے سے غافل نہ ہو) اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا اور دنیا و آخرت کی آفات و بلیات سے تیری حفاظت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ، جیسا کہ یاد رکھنا چاہیے، اس کو تو اپنے سامنے پائے گا اور جب تو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ سے مانگ اور جب کسی ضرورت اور مہم میں تو مدد کا محتاج اور طالب ہو تو اللہ ہی سے امداد و اعانت طلب کر اور اس بات کو دل میں بٹھالے کہ اگر ساری انسانی برادری بھی باہم متفق ہو کر اور جڑ کر چاہے کہ تجھ کو کسی چیز سے نفع پہنچائے تو صرف اسی چیز سے تجھ کو نفع پہنچا سکے گی، جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کردی ہے، اس کے سوا کسی چیز سے نہیں اور اسی طرح اگر ساری انسانی دنیا تجھ کو کسی چیز سے نقصان پہنچانا چاہے تو صرف اسی چیز سے نقصان پہنچا سکے گی، جس سے نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی تیرے لیے

مقدر کردیا ہے، اس کے سوا کسی چیز سے تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکے گا، اٹھ چکے قلم اور خشک بھی ہوچکے صحیفے۔ (مسند احمد و جامع ترمذی)

تشریح: حدیث کا مقصد و منشا اور اس کی روح یہی ہے کہ ہر قسم کا نفع و نقصان اور دکھ آرام صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کسی کے بس میں کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ اگر ساری دنیا کے انسان مل کر کسی بندے کو کوئی نفع، نقصان یا دکھ، آرام پہچانا چاہیں، تب بھی اللہ کے حکم اور اس کے فیصلے کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے ،وجود میں وہی آئے گا اور وہی ہوگا جس کا اللہ کی طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہوچکا ہے اور قلم، تقدیر جس کو اب سے بہت پہلے لکھا جاچکا ہے اور اس کی تحریر خشک بھی ہوچکی ہے۔ایسی صورت میں اپنی حاجات کے لیے کسی مخلوق سے سوال کرنا اور اس سے مدد مانگنا صرف نادانی اور کم راہی ہے، لہٰذا جو مانگنا ہو اللہ سے مانگو اور اپنی حاجات کے لیے اسی کے آگے ہاتھ پھیلاؤ اور اسی سے لینے کی صورت یہ ہے کہ اس کو اور اس کے احکام و حقوق کو یاد رکھو، وہ تمہیں یاد رکھے گا اور تمہاری ضرورتیں پوری کرے گا اور دنیا و آخرت میں تم پر فضل فرمائے گا۔

Shangrila®

THE FOOD EXPERTS!

DISCOVER THE REAL GREAT TASTE OF ALL THE FOOD YOU LOVE WITH SHANGRILA...

Our belief lies in doing ordinary things extraordinarily well and our mission serves the responsibility to deliver quality products while constantly striving to achieve new milestones.

www.shangrila.com.pk

www.fruitio.com.pk

ShangrilaPakistan

Pakistan Standards

FDA

PLMA

Brands of the year Award

KETCHUP & SAUCES

سالانہ جائزے کا موسم

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

محبتوں کی قربانی: باپ سے محبت مبارک ہے، اولاد سے محبت بھی مبارک ہے، بیوی سے محبت بھی اچھی بات ہے، بھائیوں سے محبت اور اخوت کا تعلق بھی بہت بڑھیا اور اعلی بات ہے، اپنے خاندان سے تعلق اور محبت بھی فطری بات ہے، یہ ساری محبتیں اور دلی لگاؤ یقینا فطری چیز ہے۔ وہ تجارتیں جن پر خون پسینہ ایک کیا جاتا ہے، دل میں وہ جگہ بنالیں یہ بھی غیر فطری نہیں۔ لیکن ہے یہ خطرے کی بات اور خطرہ یہ ہے کہ یہ ساری محبتیں کہیں اللہ کی محبت پر غالب نہ آجائیں۔ اس لیے کہ مومن کی شان تو یہ ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ جو ایمان والے ہیں، وہ اللہ کی محبت میں بہت قوی ہیں۔ اولاد سے، بیوی سے، باپ سے، خاندان سے، بھائی سے محبت، تجارت سے تعلق اور اپنے گھر سے دلی تعلق سب اچھا ہے۔ لیکن یہ سارے تعلق اور یہ ساری محبتیں اللہ کی محبت اور اللہ سے تعلق پر قربان کرنے کا عملی جذبہ ہر وقت موجود ہو۔ اللہ تعالی نے ان چیزوں سے محبت کرنے کو منع نہیں کیا۔ لیکن اللہ سے محبت پر ان سے کسی چیز کی محبت غالب نہیں آنی چاہیے۔

سالانہ معائنے اور جائزے کا موسم: کچھ لوگ سال میں ایک بار اپنا مکمل جسمانی معائنہ کرواتے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں بھی ایک نظام ہے کہ کون پڑھتا ہے کون نہیں پڑھتا کون وقت ضائع کرتا ہے کون محنت کرتا ہے سالانہ معائنے میں جائزہ لیا جاتا ہے۔ حکومتیں اور ادارے بھی مختلف نظام کے تحت اپنے ہاں ایک توازن دیکھنا چاہتے ہیں۔ کون سچا ہے اور کون وفادار ہے کون امانت دار ہے کون کام میں محنت کر رہا ہے اسے نمایاں بھی کیا جائے اسے انعام بھی دیا جائے اسے ایک سالانہ سرٹیفکیٹ بھی دیا جائے۔ عشرہ ذی الحجہ ملت اسلامی اور عالم اسلام کے لیے ایک طرح سے سالانہ امتحان اور جائزے کا ایک موسم ہے کہ مسلمان اپنا احتساب کرے کہاں کھڑا ہے۔ اور اس ٹیسٹ میں اور اس معائنے میں سب سے بڑی کامیابی کا نقشہ اور نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

امتحان میں کامیابی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ بڑا ہی کھلا اور بہت واضح امتحان تھا یہ۔ چھری در اصل اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر نہیں، اس محبت پہ چل رہی تھی جو باپ کو بیٹے سے تھی اور جب حضرت ابراہیم اس محبت میں سچے نکلے تو اللہ نے اعلان کر دیا کہ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ ابراہیم تو سچے ہیں۔ میری محبت میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ کوئی رقیب نہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرانا مقصود تھوڑا ہی تھا اُن کی نسل سے تو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آنا تھا۔ لیکن اس عمل سے در اصل ایک سالانہ جائزہ رپورٹ کا موقع اللہ نے بنانا تھا۔

قربانی کا فلسفہ: جس بیٹے کو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سال ہا سال تک مانگا، جب وہ انگلی پکڑ کر چلنے کے قابل ہوا تو حکم آگیا کہ بیٹے کی گردن پر چھری چلادو۔ حضرت ابرہیم نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اللہ! یہ کون سا فلسفہ ہے کون سی حکمت ہے یہ کون سی مصلحت ہے دنیا کی کسی مہذب سلطنت میں ایسا حکم کوئی نہیں۔ کسی مہذب معاشرے میں ایسا حکم کوئی نہیں کہ باپ بیٹے کی گردن پر چھری چلادے۔ در اصل بندہ جب محبوب حقیقی کی محبت میں گرفتار ہو جائے تو پھر وہ حکم کا غلام اور حکم کا بندہ ہوتا ہے پھر یہ نہیں دیکھتا نفع کیا ہے نہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے پیچھے کتنا بڑا نقصان ہو رہا ہے پھر یہ نہیں دیکھتا اس میں مفادات کتنے پورے ہو رہے ہیں پھر یہ نہیں کہتا کہ سوسائٹی کیا کہتی ہے وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ محبوب حقیقی کی چاہت پوری ہو گئی، میں کامیاب ہو گیا۔ محبوب حقیقی کی مرضی پوری ہو گئی میرا معاملہ پورا ہو گیا۔

یہ موسم کس سبق کی یاد ہے؟ سالانہ جائزے میں ایک طرف حجاج کرام ہیں، وہ بھی اسی کا منظر پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے پورے عالم اسلام میں لوگوں کے ہاتھوں میں چھریاں ہوتی ہیں، وہ جانوروں کی گردن پر چھریاں رکھے ہوتے ہیں لیکن زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ مولا تیرا حکم یہی ہے کچھ اور حکم ہوتا تو اسے بھی قربان کر دیتے۔ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ میری

نماز، میری قربانی، میرا جینا، مرنا سب تیری خاطر ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ یہ موسم ہمیں کس سبق کی یاد دہانی کرا رہا ہے یہ تاریخ اسلام اور ملت اسلامیہ کی کن یادگاروں کی طرف ہمیں لے جانا چاہ رہا ہے، پرکھنا ہے کہ ہمیں ان یادگاروں سے کتنی سچی نسبت ہے۔

ایک اہم اشکال کا جواب: کچھ لوگوں کو جانور ذبح کرنے پر، بہت اشکال ہوتا ہے کہ اتنے جانور ذبح ہو جائیں گے، اتنا خون بہ جائے گا، اربوں کھربوں روپے خون میں چلے جائیں گے۔ یہ وہ نادان مخلوق ہے جو نہ تو قربانی کے فلسفے کو سمجھتی ہے نہ ہی اسلام کی روح کو سمجھتی ہے۔ پورے حج کی عبادت بھی اس منظر کو پیش کرتی ہے کہ بندہ حکم کا غلام ہے۔ مکہ جیسی عبادت چھوڑ دو میاں۔ منیٰ چلے جاؤ ابھی خیمے گاڑے ہی تھے، چل پڑو عرفات پہنچ جاؤ دن بھر وہاں اللہ کے سامنے فریادی رہیں تھوڑا آرام کرنے کا جی چاہ رہا تھا، کہا نکلو یہاں سے رات یہاں نہیں گزارنی مزدلفہ میں نکلو ساری زندگی وقت پہ نماز پڑھنے والے کو بھی حکم ہے ابھی نماز نہیں پڑھنی، اس لیے کہ تم عادت کے بندے نہیں، حکم کے بندے ہو۔ اس لیے آج ابھی نماز نہیں پڑھنی۔ مغرب اور عشاء کی ساتھ ملا کر پڑھنی ہے رات وہاں گزری، جی لگا کچھ ٹھہر جائیں فرمایا کہ صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل جاؤ۔ کیا تاجر کیا زارع کیا پروفیسر کیا انجینئر کیا دانشور کیا جج کیا حاکم سب ہی ایک بے جان پتھر کو کنکریاں مار رہے ہیں۔

مسلمان حکم کا غلام: اس کے پیچھے یہ حقیقت ہے کہ یہ مسلمان ہے یہ حکم کا بندہ ہے۔ یہ اشاروں کا غلام ہے۔ اسے حکم یہی ملا ہے۔ اس کی نجات اسی میں ہے۔ اس کی فلاح اسی میں ہے۔ اس حاکم حقیقی محبوب حقیقی کی چاہت پوری کردے نفع کتنا ہے کھربوں روپے کس کام پر لگ رہے ہیں۔ کنکریاں مارنے پر۔ اس کے انتظامات کرنے پر تو اس سالانہ موسم میں پوری اسلامی زندگی کی روح سمجھائی جاتی ہے۔ اسلامی تاریخ کی ان یادگاروں سے تجدیدی تعلق پیدا کیا جاتا ہے۔ یہ تازگی پیدا کرو، اس لیے کہ یہ سالانہ جائزے کا موسم ہے۔ ایسا نہیں کہ تم ہر جگہ نفع ہی دیکھو اپنا ذوق دیکھو اپنی عادت دیکھو اپنے مفادات دیکھو اپنی خواہش دیکھو نہ بھئی نہ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا کچھ نہیں تم تو چلتے رہو اس کردار کی نقل کرتے چلے جاؤ جو تاریخ اسلام کا بہت بڑا کردار ہے اللہ کی محبت کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔ اس کی نقل اتارتے چلے جاؤ۔ تو یہ قربانی کی روح ہے۔ ہاں اس کی ایک ظاہری شکل ہے کہ مسلمان پوری بشاشت کے ساتھ پورے دل کی خوشی کے ساتھ اللہ کی خاطر جانور بھی ذبح کرتا ہے۔ اور اگر اطراف عالم کے مسلمان بیت اللہ میں جمع ہو رہے ہیں اور ان یادگاروں کی یاد اپنے عمل سے تازہ کر رہے ہیں تو یہ دور رہنے والے اس موسم میں ان جیسوں سے کچھ مشابہت اختیار کر لیتے ہیں ناخن عشرہ ذی الحجہ سے پہلے کٹوا دیے، بال پہلے کٹوا دیے، اب اس نے قربانی کرنی ہے، اب یہ بال بھی نہیں کٹواتا، ناخن بھی نہیں کاٹتا تاکہ ان عشاق کے ساتھ اس کی کچھ مشابہت ہو جائے اور جو وہاں رحمتوں کی برسات برس رہی ہے یہ بھی اس سے محروم نہ ہو۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ایام نحر یعنی قربانی کے ان دنوں میں قربانی سے بڑھیا عبادت کوئی نہیں

> حج کی عبادت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بندہ حکم کا غلام ہے۔ مکہ چھوڑ کر منیٰ جانے کا حکم، ابھی خیمے گاڑے ہی تھے، حکم آیا چل پڑو عرفات پہنچ جاؤ۔ دن بھر وہاں اللہ کے سامنے فریادی رہیں تھوڑا آرام کرنے کا جی چاہ رہا تھا، کہا نکلو یہاں سے رات یہاں نہیں گزارنی۔ مزدلفہ میں نکلو ساری زندگی وقت پہ نماز پڑھنے والے کو بھی حکم ہے ابھی نماز نہیں پڑھنی، اس لیے کہ تم عادت کے بندے نہیں، حکم کے بندے ہو۔ اس لیے آج ابھی نماز نہیں پڑھنی۔ مغرب اور عشاء کی ساتھ ملا کر پڑھنی ہے رات وہاں گزری، جی لگا کچھ ٹھہر جائیں فرمایا کہ صبح ہوتے ہی یہاں سے نکل جاؤ۔

یہ موسم ایسا ہے کہ اللہ کو یہ دن عبادت کے لحاظ سے سب سے زیادہ پسند ہے۔ اسلامی تاریخ کی خاص یادگاریں ان دنوں سے وابستہ ہیں عالم اسلام کا ایک سالانہ جائزے کا موسم ہے اور اللہ نے اس کی ایک شکل بنائی ہے، سارا مجمع اطراف عالم سے جمع ہو کر اسلامی اخوت کا زندہ مظاہرہ کرتا ہے کیا امیر کیا غریب کیا مشرق کیا مغرب کیا شمال کیا جنوب۔ اسلامی انسانی تاریخ کا ایک عملی مظاہرہ کہ ہم سب اس کلمہ تلے ایک ہیں۔ اور اللہ کرے عالم اسلام کا یہ اجتماع مسلمانوں میں حقیقی اسلامی اخوت کو زندہ کردے پھر عالم کفر کو کبھی ہمت نہ ہو کہ مسلمانوں کو دھمکیاں دے۔ مسلمانوں میں یہ اخوت زندہ ہوتی تو کافر ہزار بار سوچتا کہ یہ مشرق، مغرب، شمال، جنوب، کالا، گورا، رنگ، نسل کا مختلف، زبانیں اور علاقے مختلف لیکن یہ اسلامی اخوت میں اس کلمے کے نیچے سب ایک اور متفق اور اتحادی ہیں۔

سوچنے کی بات: جب مٹھی بھر تھے، تعداد چند سو اور چند ہزار تھی، لیکن ایمانی اسلامی اخوت سے سرشار تھے ساری دنیا نے دیکھا۔ کیا روم، کیا کسریٰ، سب ان کے سامنے زیر ہو گئے اور انہوں نے ساری دنیا میں امن اور سلامتی کا جھنڈا لہرایا۔ ساری انسانیت کو تحفظ دیا ان کے پاس کیا چیز تھی ان کے پاس سب سے بڑی خوبی تھی وہ اسلامی ایمانی زندگی سے ایک انچ بھی دستبردار ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور جب سے اللہ کے حکموں کی عظمت ہمارے دلوں سے نکلی ہے، کفار کے دلوں سے ہمارا رعب بھی ختم ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک تاریخی جملہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کیا اور ہماری ذات کیا ہماری قومیں اور خاندان کیا اگر کچھ ہیں تو اَعَزَّنَا اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ سب کچھ اگر ہیں تو اسلام کی بدولت ہیں۔ اور پھر فرمایا اور جو اسلام کو چھوڑ کر کسی اور چیز میں عزت چاہے گا اللہ اسے ذلیل و خوار کر دے گا۔

جائزہ لینا چاہیے کہ یہ کمزوری کہاں ہے؟ یہ حالات کیوں دیکھنا پڑ رہے ہیں اگر اللہ بصیرت دے اور قرآن حدیث کی روشنی نصیب فرما دے تو سمجھ میں آجائے گا کہ آج اسلامی اخوت سے محرومی ہے اور آج اسی ایمانی طاقت سے محرومی کا نتیجہ ہے مسلمان آپس میں دست و گریبان ہیں اور غیر بھی اکٹھے ہو کر اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اللہ مسلمانوں کو ایمانی اسلامی اخوت بھی نصیب فرمادے اور وہ زندگی عطا فرمائے جس پر اللہ کے ہاں سے مدد و نصرت کے فیصلے ہوتے ہیں اللہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قسط نمبر 16

پھر وہیں کھڑے ہو کر میں نے اپنے لیے ان کا سچا پیروکار بن کر ہدایت یافتہ ہونے کی دعا مانگی اور یہ سوچتا ہوا میں جنت البقیع سے باہر نکل آیا کہ کاش اس قبرستان کا دفن مجھے بھی نصیب ہو۔ آمین

روضۂ طیبہ کی جالیوں کے اطراف میں: ظہر کی نماز سے قبل میں خبیب کو لے کر ریاض الجنتہ کی طرف چلا۔ پہلے ہمارا رخ اصحابِ صفّہ کے چبوترے کی طرف تھا۔ ہم باب رحمت سے داخل ہوئے اور سیدھا چل کر رش میں سے جگہ بناتے ہوئے چبوترے پر پہنچ گئے۔ یہ بابِ جبرئیل اور باب النساء کے درمیان میں اور روضے کی عقبی جالیوں کے مقابل ہے۔ یہ زمین سے آدھ میٹر بلند ہے۔ یہاں لوگ صفیں بنائے بیٹھے تھے اور بعض نمازیں بھی ادا کر رہے تھے۔ ہم دونوں کو بھی چڑھ کر آخری صف میں نفل پڑھنے کا موقع مل گیا۔ مجھے خبیب کو ریاض الجنتہ کے متعلق روشناس کرانا تھا، چناں چہ ہم وہاں سے واپس اتر آئے اور ہماری جگہ دوسرے آدمی نماز پڑھنے لگے۔ اس چبوترے سے دو صفیں آگے اور روضے کی عقبی جالیوں کے ساتھ آدھ فٹ کے لگ بھگ زمین اونچی ہے، یہاں اندر کی طرف رسول اللہ ﷺ کی جائے تہجد ہوا کرتی تھی۔

ریاض الجنتہ بھر چکا تھا اور مزید لوگ آ رہے تھے، چناں چہ میں نے خبیب کو دور سے وہاں کے اہم ستون دکھانے شروع کیے۔ عربی میں ستون کو **اُسطوَانَه** کہتے ہیں۔ میں نے خبیب کو دکھایا کہ روضے کی وہ طرف جہاں ریاض الجنتہ ہے، شروع سے لے کر 3 ستونوں پر بالترتیب **اسطوانہ سریرہ**، **اسطوانہ حرس** (جِسے **اسطوانہ علی** بھی کہتے ہیں) اور **اسطوانہ وفود** لکھا ہوا ہے۔ یہ روضے کے نصف اندر ہیں اور نصف باہر۔ مختصراً! پہلے پر حضور ﷺ اعتکاف فرماتے، دوسرے پر (جو آپ ﷺ کے گھر کے دروازے سے متصل ہے) حضرت علیؓ یا دیگر صحابہ پہرہ دیتے اور تیسرے پر باہر سے آنے والے وُفود سے حضور ﷺ ملاقات و مذاکرات کرتے تھے۔ منبر نبوی سے تیسرا اور روزے سے بھی تیسرا ستون، اسطوانہ عائشہؓ ہے، اُسے اسطوانہ القرعہ بھی کہتے ہیں، کیوں کہ اماں عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: (جس کا مفہوم ہے) "میرے روضے اور منبر کے درمیان ایک جگہ ایسی ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی فضیلت کا علم ہو جائے تو وہ قرعہ ڈال کر وہاں نماز پڑھنے میں سبقت حاصل کریں۔" اماں عائشہؓ سے استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ یہی وہ فضیلت والا مقام ہے۔ اسطوانہ القرعہ اور اسطوانہ سریر کے درمیان والا ستون اسطوانہ ابی لبابہ ہے، اُسے اسطوانہ التوبہ بھی کہتے ہیں۔ اس سطون پر حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے خود کو باندھ لیا تھا، وہ غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر بنو قریظہ کے قیدیوں کو، جو دو یہودی تھے، اشارے سے بتا بیٹھے تھے کہ وہ قتل کر دیے جائیں گے، مگر اس کے بعد وہ اتنے ملول ہوئے کہ اس ستون پر آ کر خود کو باندھ لیا، پھر وحی کے ذریعے آپؓ کی توبہ قبول ہونے کی نوید سنائی گئی۔ ان کے علاوہ مصلّیٰ نبیؐ کے ساتھ پہلا ستون اسطوانہ الحنّنہ کہلاتا ہے۔ اس ستون میں ایک درخت کا تنا دفن ہے۔ منبر نبوی ﷺ کی تعمیر سے قبل آپ ﷺ اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ ویسے تو ریاض الجنتہ کے تمام ستون ہی فضیلت رکھتے ہیں، مگر ان نام کنندہ ستونوں کی بہت زیادہ فضیلت ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عام طور پر ان ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی سنن و نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

ریاض الجنتہ کے بعد ہم دونوں نے دیکھا کہ وہاں سے لے کر اصحابِ صفّہ کے چبوترے اور آپ ﷺ کی تہجد والی جگہ تک مسجد بھر چکی تھی۔ ہم دونوں جگہ تلاشتے بابِ جبرئیل کے عین سامنے آ پہنچے۔ قریب ہی ہم آگے پیچھے صفوں میں پھنس پھنسا کر بیٹھ گئے۔ میں تہجد والے چبوترے کی لائن میں تھا۔ یہاں بابِ بقیع اور بابِ جبرئیل کے درمیان اور روضے کی بائیں جانب ایک چوڑی گلی نُما جگہ ہے۔ فطری اشتیاق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اور لوگوں کی طرح میں بھی روضے کی جالیوں کے اندر دیکھ رہا تھا، جہاں عقبی جانب سے پردہ ہی نظر آ رہا تھا۔ مجھ سے چند صفیں آگے روضے کا دروازہ تھا، جسے دیکھ کر میں سوچنے لگا کہ وہ کون خوش نصیب ہوں گے جو اس کے اندر جاتے رہے ہوں گے، پھر ظہر کی جماعت کھڑی ہو گئی اور صفیں بنتے بنتے میں عین دروازے کی سیدھ میں آ پہنچا۔ اس مقام پر نماز ادا کر کے یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں نماز پڑھی ہو۔ (جاری ہے)

70% ALCOHOL
LAQUILA
FRESH
Touch
INSTANT HAND SANITIZER
Kills the most GERMS
Pakistan Standards
NON STICKY FORMULA
1Litre
500ml
250ml
60ml
perfectairfreshener
PFreshener
www.se.com.pk

حذیفہ رفیق

عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ

تعارف: عبداللہ بن وہب بن مسلم قریش قبیلہ کے خاندان بنو فہر سے تعلق رکھتے اور مصر کے رہنے والے تھے، آپ کو امام اور شیخ الاسلام کے القاب سے یاد کیا جاتا تھا، آپ کے مشہور اساتذہ میں حیوہ بن شریح، امام مالک، لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم تھے اور مشہور شاگردوں میں حارث بن مسکین، سحنون بن سعید، علی بن خشرم رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں آپ کی پیدائش 125 ہجری میں ہوئی اور وفات شعبان 197 ہجری میں۔

علمی زندگی کی ابتدا: عبداللہ بن وہب نو عمری میں ہی بہت عبادت گزار تھے، لیکن ان کے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے ان کی زندگی کا رخ علم حاصل کرنے کی طرف موڑ دیا۔ وہ خود اپنا قصہ بیان فرماتے ہیں: ”میں شروع میں بہت زیادہ عبادت میں مشغول رہتا تھا، لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ شیطان میرے دل میں مختلف وسوسے ڈالنے لگا، ایک دفعہ شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا: ”اللہ تعالی نے عیسی بن مریم علیہما السلام کو کیسے پیدا کیا؟“ میں ایک عالم کے پاس گیا اور ان سے اپنی پریشانی بیان کی، انہوں نے مجھ سے پوچھا: ”تم عبداللہ بن وہب ہو؟“، میں نے کہا: ”جی، میں ہی عبداللہ بن وہب ہوں۔“ انہوں نے فرمایا: ”بیٹے، علم حاصل کرو!“ بس اس کے بعد سے میری زندگی کا رخ بدل گیا اور میں نے علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔

علامہ ذہبیؒ یہ قصہ نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں: ”اگرچہ عبداللہ بن وہب نے بالکل بچپن میں علم حاصل کرنا شروع نہیں کیا تھا، بلکہ جوانی کی کچھ منزلیں طے کرنے کے بعد انہوں نے اس میدان میں قدم رکھا تھا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالی نے ان کو علم حدیث کی بڑی خدمت کے لیے قبول فرمایا، بے شمار لوگوں نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث سن کر، لکھ کر اور یاد کر کے آگے نقل کیں، ان کا علم دنیا میں بہت پھیلا اور اللہ تعالی نے انہیں عزت اور بہت بلند مقام عطا فرمایا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق: 144ھ میں عبداللہ بن وہب حج کے لیے تشریف لے گئے، وہاں سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے، تو امام مالکؒ سے بھی ملاقات ہوئی، اس پہلی ملاقات میں وہ امام مالک سے صرف ایک مسئلہ پوچھ سکے، اس سے زیادہ استفادے کی نوبت نہیں آئی۔ لیکن اس کے تقریباً چار سال بعد مصر سے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور مستقل طور پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنے لگے، اور پھر امام مالک کی وفات تک ان کے ساتھ رہے، امام مالک کا انتقال 179ھ میں ہوا ہے، اس طرح تقریباً 20 سال سے کچھ زیادہ عرصہ امام مالک کی خدمت میں رہے۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ امام مالک کا جس وقت انتقال ہوا، اُس وقت عبداللہ بن وہب مدینہ منورہ میں نہیں تھے، اس لیے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے۔

امام مالک کے جانشین: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے شاگردوں میں جب کبھی اختلاف رائے ہوتا، یا کوئی مسئلہ غیر واضح ہوتا، تو اس کا فیصلہ عبداللہ بن وہب ہی فرماتے تھے۔ امام مالکؒ کے ایک شاگرد ابو مصعب فرماتے ہیں: ”امام مالکؒ کے انتقال کے بعد امام مالک کے شاگرد: ابن دینار، مغیرہ اور دیگر شاگردوں کو جب کوئی مسئلہ سمجھ نہیں آتا یا کوئی الجھن پیش آتی تو یہ حضرات عبداللہ بن وہب کو خط لکھتے، اور پھر عبداللہ بن وہب کی طرف سے تشفی بخش جواب موصول ہوتا۔“

مدینہ منورہ کے ایک بڑے عالم قاضی ہارون زہری فرماتے ہیں: مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کے انتقال کے بعد جب کسی مسئلہ میں امام مالکؒ کے شاگردوں کی رائیں مختلف ہوتیں تو وہ سب عبداللہ بن وہب کے آنے کا انتظار کرتے، (حج کے موقع پر یا کسی اور موقع پر) جب عبداللہ بن وہب مدینہ منورہ تشریف لاتے تو وہ ان

سب کے درمیان فیصلہ فرماتے اور وہ سب اس فیصلہ سے مطمئن ہو جاتے۔

مصر کے مفتی: مورخین کہتے ہیں: امام مالک نے کبھی بھی کسی خط و کتابت میں کسی کو مفتی نہیں لکھا، یعنی کسی کو خط میں مفتی کا لقب نہیں دیا، سوائے ایک شخص کے، وہ ہیں: عبداللہ بن وہب رحمۃ اللہ امام مالک جب عبداللہ بن وہب کو خط لکھتے تو یوں لکھتے: برائے: مفتی ابو محمد عبداللہ بن وہب، مصر کے فقیہ۔

علماء کی رائے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعریف فرماتے تھے اور ان کو امام کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے تھے: ”عبداللہ بن وہب عالم ہیں، بہت نیک اور پرہیز گار ہیں، مسائل کی ٹھوس مضبوط سمجھ اور پختہ گہرا علم رکھتے ہیں۔“ یوسف بن عدی کہتے ہیں: ”میں نے بہت سے علماء کو دیکھا، کچھ ان میں سے فقیہ (مسائل میں، بہت ماہر) تھے، لیکن حدیث میں زیادہ مہارت نہیں رکھتے تھے، اور کچھ محدث تھے (علم حدیث میں بہت مہارت رکھتے تھے، لیکن فقہی مسائل میں دسترس نہیں رکھتے تھے، لیکن عبداللہ بن وہب فقیہ بھی ہیں، محدث بھی ہیں اور زاہد بھی ہیں۔ محمد بن عبدالحکم فرماتے ہیں: عبداللہ بن وہبؒ امام مالکؒ کے علم کو نقل کرنے میں سب سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہیں۔

ایک بڑے عالم اور محدث ہیں، علی بن معبد۔ وہ مصر کے ایک شہر اسکندریہ میں لشکر کے ساتھ سرحدوں کی حفاظت پر مامور تھے، وہاں ان سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا، انہوں نے فرمایا: ”جہاں عبداللہ بن وہب موجود ہیں، وہاں میں مسئلہ نہیں بتاؤں گا، جاؤ عبداللہ بن وہب سے ہی پوچھو!“ علم کا سمندر احمد بن صالح کہتے ہیں: عبداللہ بن وہبؒ نے ایک لاکھ احادیث بیان کی ہیں، اتنی زیادہ احادیث نقل کرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔“ علامہ ذہبیؒ اس بات کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ”پھر کیسے عبداللہ بن وہبؒ علم کے سمندر نہ ہوں؟ جب کہ اس کے ساتھ انہوں نے امام مالکؒ کی صحبت میں بھی طویل عرصہ رہے اور علم سیکھا، اور لیث، یحییٰ بن ایوب اور عمرو بن حارث وغیرہ سے بھی بہت علم حاصل کیا۔“

غیبت سے بچنے کا طریقہ: عبداللہ بن وہبؒ نے غیبت سے بچنے کے لیے اپنے نفس کو سزا دینے کا ایک انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا، فرماتے ہیں: ”میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ اگر میں نے کسی بھی انسان کی غیبت کی تو ایک دن کا روزہ رکھوں گا، لیکن اس کا خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا، کیوں کہ روزہ رکھنا میری عادت بن گیا، میں غیبت کرتا اور روزہ رکھ لیتا، پھر میں نے اپنے اوپر لازم کیا کہ جب بھی کسی کی غیبت کروں گا تو ایک درہم صدقہ کروں گا، یہ میرے نفس پر بہت بھاری گزرا اور اس کے بعد سے مجھ سے غیبت چھوٹ گئی۔“

قرآن وحدیث کا اثر: اللہ تعالیٰ قرآن پاک (سورہ انفال: آیت نمبر 2) میں ارشاد فرماتے ہیں، جس کا مفہوم ہے: ”بے شک ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب اُن کے سامنے اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں، تو ان کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔“

لہذا ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ ان کے دل قرآن اور حدیث سے اثر لیتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کہ آپ کے پاس کوئی خط آئے، کوئی پیغام آئے یا کوئی میسج آئے تو یقیناً آپ پر اس کا اثر ہوگا، یعنی اگر وہ خوشی کا پیغام ہوگا تو آپ کا دل خوش ہو جائے گا، اور اگر کوئی رنج یا غم کا پیغام ہوگا تو آپ کا دل بھی رنجیدہ ہو جائے گا، لیکن افسوس یہ ہے کہ عموماً ہم قرآن وحدیث پڑھتے چلے جاتے ہیں، لیکن کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

عبداللہ بن وہب پر قرآن وحدیث کا بہت گہرا اثر تھا، اور عبداللہ بن وہب ہی کیا، سینکڑوں علماء اور اولیاء کے قصے ہیں جن پر قرآن وحدیث نے زبردست اثر کیا، بلکہ دلوں کو چیر کر اندر اترتا چلا گیا، اور قرآن تو ہے ہی ایسی چیز جو دلوں پر اثر کر جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ دل نصیب فرمائے، جس پر قرآن وحدیث اثر انداز ہو جائے، اور اس طرح قرآن پڑھنے والا اور اس میں غور کرنے والا بنائے کہ قرآن اس پر اثر کر جائے۔ آمین

یہاں ہم ایک واقعہ قرآن کے اثر کرنے کا نقل کر رہے ہیں، اور دوسرا واقعہ حدیث کے اثر کا، اور عجیب بات یہ ہے کہ عبداللہ بن وہب کی موت بھی حدیث سن کر واقع ہوگئی، یعنی حدیث سن کر اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس کی تاب نہ لاسکے!!

قرآنی آیت سن کر بے ہوش: ایک دفعہ قرآن کی ایک آیت کا کچھ حصہ سنا: وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ اور جب وہ لوگ دوزخ کے اندر آپس میں جھگڑیں گے ۔۔۔ اور سن کر بے ہوش ہو گئے۔

جہنم کے خوف سے جان دے دی: عبداللہ بن وہبؒ کے پاس حدیث کے طلبہ آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ ہم آپ کے سامنے آخرت کے مناظر اور جنت و جہنم کی احادیث پڑھیں گے، آپ ہم سے سن لیں اور پھر ہمیں آگے نقل کرنے کی اجازت دے دیں۔ انہوں نے فرمایا: ”میرے خیال میں میں نہیں سن سکوں گا!“ حدیث کے یہ طلبہ سمجھے کہ عبداللہ بن وہب تواضع اور انکساری کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ بہر حال اصرار کے بعد وہ حدیث سننے بیٹھ گئے، طالب علم نے جب جہنم کے حالات کی احادیث پڑھیں تو اچانک شیخ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، انہیں اٹھایا گیا، پانی کے چھینٹے مارے گئے، لیکن افاقہ نہ ہوا۔

کسی نے کہا: ”ان کے سامنے جنت کی احادیث پڑھو، شاید ہوش آجائے!“ وہ بھی پڑھی گئیں، لیکن ہوش نہ آیا۔۔۔ بارہ دن تک بے ہوش رہنے کے بعد بالآخر جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ طبیب کا کہنا تھا: ”ان کا تو دل ہی پھٹ چکا ہے“

400 علماء کی وفات: جس رات عبداللہ بن وہب کا انتقال ہوا، اس رات کسی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اُسے کہہ رہا ہے: ”آج کی رات میں چار سو علماء کا انتقال ہو گیا ہے!“ صبح پتا چلا کہ رات کو عبداللہ بن وہب کا انتقال ہوا تھا

اس دوران سورۃ الملک نے کہا کہ مرنے والوں کو ملنے والی نیکیاں عام طور پر شروع کے دنوں میں بہت ہوتی ہیں لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی اور میں نے پوچھا کیا یہ ممکن ہے کہ میرے گھر والے اور میرے رشتے دار مجھے بھول جائیں۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ وہ اتنی جلدی مجھے بھول جائیں گے۔ اس نے کہا ضرور ایسا ہوگا اور تم دیکھو گے کہ شروع میں تمہاری قبر پر تمہارے اہل و عیال زیادہ آئیں گے۔ لیکن جب دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوں گے تو تمہاری قبر پر آنے والا ایک بندہ بھی نہیں ہوگا۔ اس پر مجھے یاد آیا کہ جب ہمارے دادا کا انتقال ہوا تھا تو ہم پہلے روزانہ پھر ہر ہفتے ان کی قبر جایا کرتے تھے۔ پھر ہر مہینے میں ایک بار اور پھر ہم انہیں بھول گئے۔

جب میں زندہ تھا تو اپنے پیارے عزیزوں کو جو دنیا سے رخصت ہو گئے تھے بھول جاتا تھا۔ لیکن آج میں خود اس حالت کو پہنچ چکا ہوں۔ دن ہفتے اور مہینے گزر گئے اور میری مدد کے لیے کوئی نہ آیا۔ بس کبھی کبھار اگر کسی کا قبرستان سے گزر ہوتا تو وہ مجھے بھی دعا میں شامل کر لیتا۔ میرے والد، بھائیوں، یا کسی رشتے دار کو میرا خیال آجاتا۔ البتہ میری والدہ کی دعا مجھے پہنچتی رہتی جو وہ تہجد میں میرے لیے کرتی تھیں۔ بخدا وہ دعا میرے لیے طمانیت کا باعث ہوتی تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، نیک اعمال کا آنا کم ہوتا چلا گیا۔ نہ معلوم کیا وجہ تھی کہ سورۃ الملک کا آنا بھی بند ہو گیا۔ میری قبر میں پھر اندھیرا چھا گیا۔ مجھے بعض گناہ یاد آئے جو میں نے کیے تھے۔ ایک ایک دن اور ایک ایک گھڑی یاد آرہی تھی۔ مجھے اپنے گناہ پہاڑ کے برابر لگ رہے تھے۔ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ کتنے گناہ ہیں جو میں نے بڑی دلیری سے کیے تھے۔ کتنی نمازیں ہیں جو میری فوت ہو گئیں۔ کتنی فجر کی نمازیں ہیں جو میں نے غفلت کی وجہ سے نہیں پڑھیں۔ یہ سارے گناہ یاد کر کے میں انتظار دیا کہ مہینوں گزر گئے۔

ایک دن اچانک ایسی روشنی آئی جیسے سورج نکل چکا ہو اور میں نے فرشتوں کی آوازیں سنیں کہ وہ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا انوکھی بات ہوئی ہے۔ چناں چہ میرے پاس سورۃ الملک آئی اور خوش خبری سنائی۔ سورۃ الملک نے بتایا کہ رمضان المبارک شروع ہو گیا ہے یہ رحمت و مغفرت کا مہینا ہے۔ اس میں بہت سارے اہلِ قبور مسلمانوں کی دعاؤں کی برکت سے نجات پا لیتے ہیں۔ میں بہت خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ انسانوں پر کتنا مہربان ہے۔ لیکن انسان ہے کہ گمراہی پر تلا رہتا ہے۔ سورۃ الملک نے بتایا کہ حق تعالیٰ کسی کو آگ میں نہیں ڈالنا چاہتا لیکن یہ انسانوں کی اپنی حماقت ہوتی ہے کہ ایسے گناہ کر جاتے ہیں۔ جو اس کی سزا کا موجب ہوتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ اب تھوڑی دیر بعد مسلمان نماز پڑھیں گے اور تم ان کی آوازیں سنو گے۔

سورۃ الملک چلی گئی اور میری قبر میں بدستور روشنی تھی اور میں نے پہلی بار مسجد سے آنے والی آوازیں سنیں۔ اپنی زندگی کو یاد کیا اور تراویح کو یاد کیا تو بہت رویا۔ میں نے سنا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر میں نے امام صاحب کی دعائیں سنیں، مجھے بہت سکون ملا اور میں نے تمنا کی کہ امام دعا کو طول دے دیں اور میں نے محسوس کیا کہ وہ دعا سیدھی قبول ہو رہی ہے۔ کیوں کہ مجھے اس سے کافی خوشی اور راحت مل رہی تھی۔ میں روتا جا رہا تھا اور ساتھ ساتھ آمین کہتا جا رہا تھا، اس طرح رمضان کا سارا مہینا بہت سکون و راحت سے گزرا۔

اور پھر ایک دن میری قبر میں ایک آدمی آیا جس سے بہت تیز خوشبو آرہی تھی۔ میں حیران ہوا کیوں کہ مرنے کے بعد یہ پہلا انسان تھا، جس کو میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور میں نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ اس نے کہا۔ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے تمہارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ میں نے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر

عظمیٰ شمیم

غور کیجیے

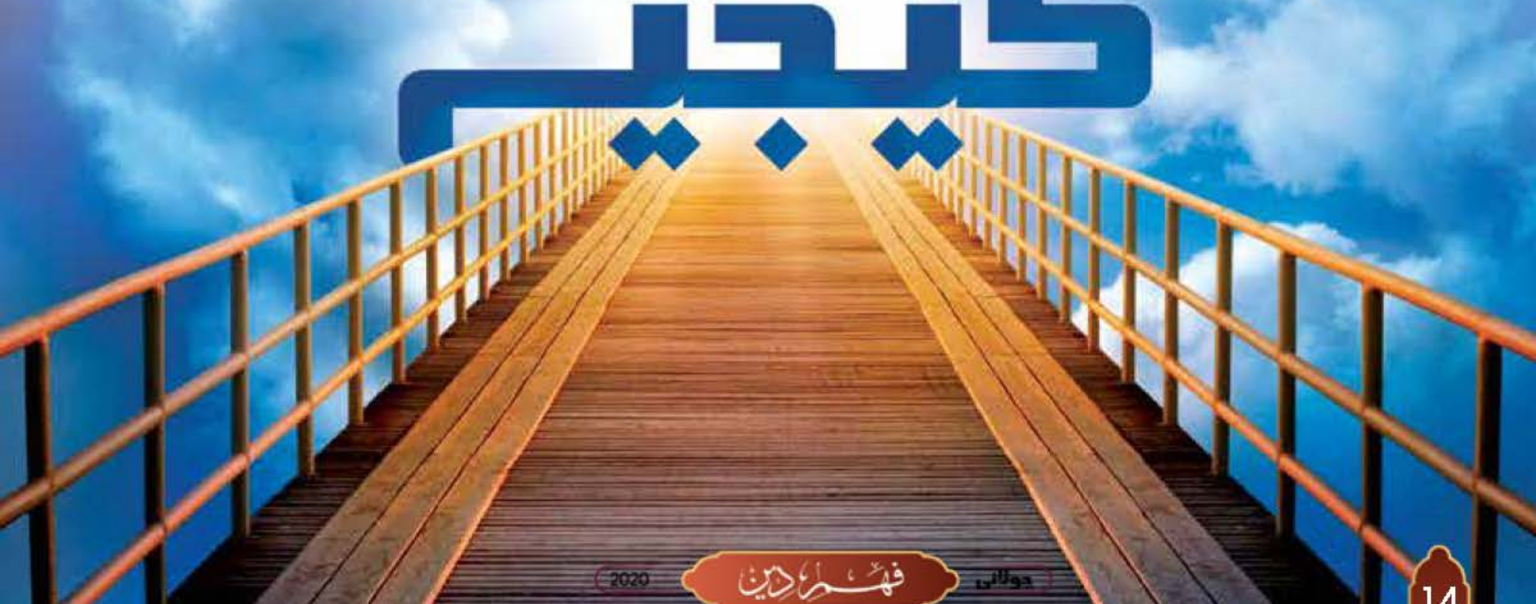

دے آپ کون ہیں؟ میں پہلی دفعہ قبر میں انسان کی شکل دیکھ رہا ہوں۔اس نے کہا میں انسان نہیں ہوں۔ میں نے پوچھا تو کیا آپ فرشتہ ہیں۔ بولا نہیں میں دراصل تمہارا نیک عمل ہوں۔ تمہاری نمازیں، تمہارے روزے، حج اور راہِ خدا میں مال خرچ کرنا اور صلہ رحمی وغیرہ کو حق تعالیٰ نے اس شکل میں تمہارے پاس بھیجا ہے۔ میں بہت خوش ہوا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ میں نے پوچھا تم اتنی تاخیر سے کیوں آئے؟ اس نے کہا تمہارے گناہ اور تمہارے قرضے میری راہ میں رکاوٹ تھے اور جب حق تعالیٰ نے معافی کا اعلان کر دیا تو میرے لیے راستہ کھل گیا۔ میں نے پوچھا تو کیا اس معافی کے بدلے میں حق تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کرے گا؟ اس نے کہا یہ بات حق تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس نے کہا قیامت کے دن میزان سے تمہاری جنت اور دوزخ میں جانے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد عمل صالح نے کہا کہ تمہارے کچھ نیک اعمال بالکل زندگی کی آخری گھڑیوں میں کام آگئے۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا اگر تمہیں یاد ہو تو مرتے وقت اللہ تعالیٰ نے تمہیں توفیق دی اور تم نے کلمہ تشہد پڑھا۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ فرشتوں کو کتنی خوشی ہوئی کہ تمہاری زندگی کا خاتمہ توحید پر ہوا۔ جب شیطان تمہیں عیسائیت اور یہودیت کی تلقین کر رہا تھا۔ اس وقت تمہارے ارد گرد دو قسم کے فرشتے موجود تھے۔ ایک وہ جو مسلمانوں کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ اور کچھ وہ جو کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ جب تم نے کلمہ پڑھا تو وہ فرشتے چلے گئے جو کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں اور پھر دوسرے فرشتوں نے تمہاری روح قبض کر لی۔

میں نے پوچھا اس کے علاوہ اور کوئی بھی نیکی ہے؟ اس نے کہا: ہاں جب تم نے ڈرائیور کو سگریٹ چھوڑنے کی نصیحت کی تو آج جو خوشبو تم سونگھ رہے ہو اس نصیحت کی بدولت ہے۔ اس کے علاوہ اپنی والدہ کو تمہاری کال اور اس کے ساتھ جو بھی تم نے باتیں کیں حق تعالیٰ نے ہر بات کے بدلے تمہارے لیے نیکیاں لکھ دیں۔ مجھے یاد ہے جو باتیں میں نے والدہ سے کی تھیں، مجھے پتا ہوتا کہ والدہ سے محبت بھرے لہجے میں بات کرنے کا اتنا اجر ہے تو میں ان باتوں کو طول دے دیتا۔ پھر عمل صالح نے بتایا کہ زندگی کے آخری وقت میں ایک گناہ بھی تمہارے کھاتے میں لکھا گیا ہے۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا وہ کیسے؟ عمل صالح بولا تم نے بچی سے کہا: میں تھوڑی دیر میں آجاؤں گا۔ اس طرح تم نے اسے جھوٹی تسلی دی۔ کاش مرنے سے پہلے تم توبہ کر لیتے۔

میں رو دیا میں نے کہا اللہ کی قسم میرا ارادہ جھوٹ کا نہیں تھا۔ بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ اس طرح وہ میرے آنے تک صبر کر لے گی۔ اس نے کہا جو کچھ بھی ہو۔ آدمی کو سچ بولنا چاہیے کیوں کہ رب تعالیٰ سچے لوگوں کو پسند کرتا ہے اور جھوٹ بولنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ لیکن لوگ اس میں بہت تساہل اور غفلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پھر اس نے کہا تمہاری وہ بات بھی گناہ کے کھاتے میں لکھ دی گئی ہے جو تم نے ایئرپورٹ میں کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے شخص سے کہی تھی کہ اللہ تمہارا حساب کر دے۔ اس طرح تم نے ایک مسلمان کا دل دکھایا۔ میں حیران ہو گیا کہ اتنی معمولی معمولی باتیں بھی ثواب اور گناہ کا باعث بنی ہیں۔ عمل صالح نے کہا تمہاری نظر سے زندگی میں قرآن کی یہ آیت نہیں گزری مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (سورۃ ق آیت 18)۔ انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا مگر اس پر ایک نگراں مقرر ہوتا ہے، ہر وقت (لکھنے کے لیے) تیار۔

عمل صالح نے مزید بتایا کہ یہ انسانوں پر حق تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ جب وہ ایک نیکی کرتے ہیں تو حق تعالیٰ اسے دس گنا بلکہ سات سو گنا تک بڑھا دیتے ہیں اور بہترین اعمال وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔ میں نے کہا: پنج وقتہ نماز کے بارے میں کیا خیال ہے؟ عمل صالح نے کہا کہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ تو فرائض ہیں۔ میں ان کے علاوہ بھی تمہیں ایسے اعمال بتادوں جو حق تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ وہ بولا تمہاری عمر جب بیس سال کی تھی تم عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے رمضان کے مہینے میں گئے تھے۔ تم نے وہاں سو ریال کی افطاری خرید کر روزے داروں میں تقسیم کی، یوں اس کا بہت اجر تم نے کمایا۔ اسی طرح ایک بار بوڑھی عورت کو کھانا کھلایا تھا۔ وہ بوڑھی ایک نیک عورت تھی اس نے تمہیں جو دعائیں دیں، اس کے بدلے حق تعالیٰ نے تمہیں بہت نیکیاں اور اجر عطا کیا۔ میں تمہیں ایک اور بات بتادوں۔ ایک بار تم مدینہ منورہ جا رہے تھے کہ راستے میں تمہیں ایک ضرورت مند شخص کھڑا ملا جس کی گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ تم نے اس کی جو مدد کی، رب تعالیٰ کو تمہاری وہ نیکی بہت پسند آئی اور تمہیں اس کا بہت بڑا اجر عطا کیا۔

اس کے بعد میری قبر کشادہ ہو گئی اور اس میں بہت زیادہ روشنی آگئی۔ فرشتوں کے گروہ در گروہ آتے ہوئے نظر آئے اور عمل صالح بھی۔

اس مضمون کو پڑھنے کے بعد بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ قبر میں کوئی پرسان حال نہیں ہوگا۔ ہماری آہ و بکا کسی کو سنائی نہیں دے گی۔ وہاں صرف نیک اعمال ہی کام آئیں گے اس لیے اپنی تمام تر ترجیحات آخرت پر مرکوز کرنی چاہیے۔ ایک حدیث میں ہے: ”دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ربانی ہے ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا اور یہ دنیاوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

تہجد ہی وہ نماز ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پہ ورم آجاتا تھا اور اس کے باوجود آپ پڑھتے رہتے تھے اور تہجد ہی کا وقت وہ وقت ہے، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی وہ خاص عنایات متوجہ ہوتی ہیں، جو دوسرے اوقات میں نہیں ہوتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وجہ سے تہجد کے لیے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی اٹھادیتے تھے، اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تہجد کی خاص تاکید فرماتے تھے۔ فرض نمازوں کے علاوہ کسی سنت یا نفل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ترغیب نہیں دی، اس سے معلوم ہوتا ہے، تہجد غیر فرض نمازوں میں سب سے افضل ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

”فرض نمازوں کے بعد سب نمازوں میں افضل تہجد ہے“

(حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دین و شریعت سے لبابہ منہاج کا انتخاب)

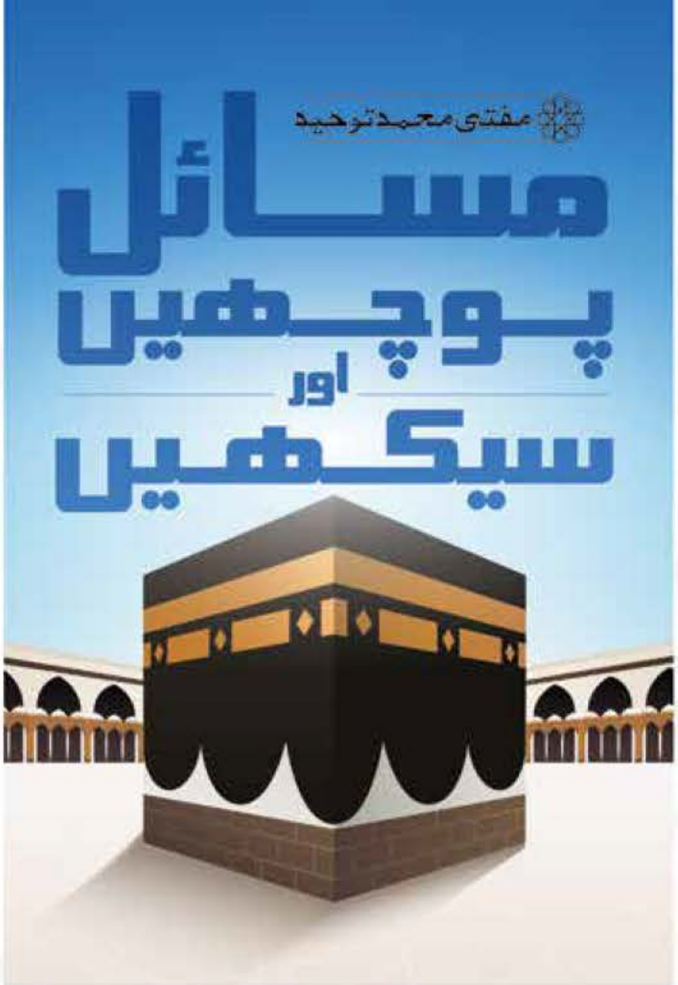

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل واحکام

سوال: شریعتِ مطہرہ نے ماہِ ذی الحجہ میں مسلمانوں کے لیے کیا کیا احکامات وفضائل بتائے ہیں؟

جواب: ماہِ ذی الحجہ اسلامی سال کا بارہواں اور آخری مہینا ہے، اس مہینے میں چوں کہ حج کی ادائیگی کی جاتی ہے اور حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے، اس لیے اس مہینے کے ساتھ حج کی ادائیگی کا تعلق ہونے کی وجہ سے اس کو "ذی الحجہ" یعنی حج والا مہینا قرار دیا گیا ہے۔ ماہِ ذی الحجہ اسلامی سال کا اختتامی مہینا ہے، اس کے بعد محرّم کا مہینا شروع ہونے پر نئے اسلامی سال کا آغاز ہو جاتا ہے۔ گویا "ذی الحجہ" پورے سال کا تتمہ اور خلاصہ ہے۔ انسان کی زندگی کا ایک سال مکمل ہونے پر اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اپنے گزرے ہوئے سال کا جائزہ لے کہ وہ کس حال میں گزرا اور اس کو اس پورے سال میں کیا کچھ آخرت کا ذخیرہ جمع کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے کا موقع نصیب ہوا، اچھی حالت پر شکر کرے اور بری حالت پر استغفار کرے اور آئندہ سال کے لیے ابھی سے بری حالت کو اچھی حالت سے تبدیل کرنے کا ارادہ اور عہد کرے۔

حج کے علاوہ اس مبارک مہینے میں اسلامی تہوار "عید الاضحیٰ" کی شکل میں منایا جاتا ہے، جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں جانوروں کی قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ جس مہینے میں "حجۃ اللہ"، "قربانی" اور "عید الاضحیٰ" جیسے بڑے بڑے احکامات رکھے گئے ہوں، ظاہر ہے کہ وہ مہینا کتنی عظمت وفضیلت والا مہینا ہوگا!!!

ماہِ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ (یعنی ابتدائی دس دن)

ویسے تو ذی الحجہ کا پورا مہینا ہی خیر وبرکت والا ہے، لیکن اس مہینے کا پہلا عشرہ بطورِ خاص فضیلت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا کے دنوں میں سب سے افضل دن ذی الحجہ کے پہلے عشرے کے دن ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں اعمالِ صالحہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک باقی تمام دنوں کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ ہے، لہٰذا اس میں کثرت سے کلمہ طیبہ، "اللہ اکبر"، "الحمد للہ" اور "سبحان اللہ" کا وِرد کیا کرو!

تکبیراتِ تشریق کا حکم

چناں چہ اس ماہ کے ایامِ تشریق میں ہر فرض نماز کے بعد بطورِ خاص اللہ کی بڑائی (تکبیراتِ تشریق) کہنے کی تاکید وارد ہوئی ہے، چناں چہ نو ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک کُل پانچ دن تکبیرِ تشریق

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

ہر فرض نماز کے بعد ہر مسلمان مرد وعورت، شہری، دیہاتی، مقیم ومسافر، حاجی وغیر حاجی، تنہا اور جماعت سے پڑھنے والے ہر ایک پر واجب ہے۔

عید الاضحیٰ کی رات کی فضیلت

اس ماہ کے پہلے عشرے کی آخری اور دسویں رات میں عبادت کے بارے میں احادیث میں بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں، چناں چہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی خاطر (عبادت کے ساتھ) قیام کیا تو اس کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مردہ ہو جائیں گے۔" قیام سے مراد نفلی عبادت ہے، جس میں ذکر، تلاوت، دعا واستغفار کے ساتھ ساتھ نفل نماز بھی داخل ہے اور اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے کہ جس کی دہشت سے لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔

فضائلِ قربانی

سوال: شریعت کی نظر میں قربانی کی کیا فضیلت ہے، آگاہ فرمائیں!

جواب: واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد ہر سال قربانی فرمائی ہے، کسی سال اس کا ناغہ نہیں فرمایا، اس سے آپ ﷺ کی مواظبت ثابت ہوئی جس کا مطلب ہے لگاتار کرنا، اس طرح اس سے قربانی کا واجب ہونا ثابت ہوا، نیز آپ ﷺ نے قربانی نہ کرنے پر وعید ذکر فرمائی۔ احادیث میں بہت سی وعیدیں مذکور ہیں، جیسے آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔" قربانی کی بہت سی فضیلتیں ہیں: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قربانی تمہارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) کی سنت ہے۔" صحابی نے پوچھا: "ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک بال کے عوض ایک نیکی ہے۔" اُون کے متعلق فرمایا: "اس کے ایک بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "قربانی کے دنوں میں اس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے، سوائے رشتہ داری کا پاس ولحاظ رکھنے کے۔" قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بہت بڑا عمل ہے، حدیث میں ہے کہ قربانی کے دنوں

میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے وہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

جواب: قربانی ہر اس مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے، جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجاتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو، یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا رہائشی مکان سے زائد کوئی مکان، پلاٹ وغیرہ۔

قربانی کے معاملے میں اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں۔ بچہ اور مجنون کی ملکیت میں اگر اتنا مال ہو بھی تو اس پر یا اس کی طرف سے اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں۔ اسی طرح جو شخص شرعی قاعدے کے موافق مسافر ہو، اس پر بھی قربانی لازم نہیں، جس شخص پر قربانی لازم نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس پر قربانی واجب ہو گئی۔

جوائنٹ فیملی ہونے کی صورت میں بالغ اولاد کی طرف سے قربانی

سوال: ہم پانچ بھائی ہیں۔ تمام شادی شدہ ہیں اور والدین کے ساتھ اکٹھے رہتے ہیں۔ تمام بھائی جو کما رہے ہیں، والد صاحب کو دیتے ہیں، صرف جیب خرچ اپنے پاس رکھتے ہیں، تو اس صورت میں ہم (بھائیوں) پر قربانی واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ اب تک والدین اپنی قربانی کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا والدین کا قربانی کرنا کافی ہے یا ہم بھی کریں گے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر آپ اپنی ذاتی رقم کے اعتبار سے صاحبِ نصاب ہوں تو آپ کے والد صاحب کو چاہیے کہ آپ پانچوں بھائیوں کی طرف سے بھی قربانی کیا کریں، بل کہ پانچوں کی بیویوں کے پاس بھی زیورات اور نقدی وغیرہ اگر اتنی ہو کہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو ان کی طرف سے بھی قربانیاں ہونی چاہئیں۔ بہر حال! گھر میں جتنے افراد صاحبِ نصاب ہوں گے ان پر قربانی واجب ہو گی اور اگر کمانے کے باوجود صاحبِ نصاب نہیں تو قربانی واجب نہیں ہو گی۔

قربانی کے بدلے میں صدقہ وخیرات کرنا

سوال: اگر کسی شخص نے لاعلمی یا غفلت و کوتاہی کی وجہ سے باوجود استطاعت کے قربانی نہ کی تو وہ کیا کفارہ دے؟

جواب: اگر قربانی کے دن گزر گئے اور کوئی شخص ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہ کر سکا تو قربانی کی قیمت فقرا و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہو گا، ہمیشہ گناہ گار رہے گا، کیوں کہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے، جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ رسولِ کریم ﷺ کے ارشادات اور تعامل اور پھر اجماعِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس پر شاہد ہیں۔

زیورات پر قربانی کا حکم

سوال: میری ایک شادی شدہ بیٹی جس کے پاس 51 سال کی عمر سے تین چار تولے سونے کا زیور رہا ہے اور شادی کے بعد اور زیادہ ہی ہے۔ اس کی طرف سے نہ میں نے کبھی قربانی کی، نہ اس نے خود کی اور نہ شوہر اس کی طرف سے کرتا ہے۔ ایسے میں کیا اس پر 51 سال کی عمر سے قربانی فرض ہے اور وہ بھی تمام سالوں کی قربانی ادا کرے؟

جواب: اگر آپ کی بیٹی کی ملکیت میں کچھ روپیہ پیسہ بھی رہا ہو تو وہ صاحبِ نصاب ہیں اور اس پر زکوٰۃ و قربانی دونوں واجب ہیں اور اگر روپیہ پیسہ نہیں رہتا ہو تو وہ صاحبِ نصاب نہیں اور ان پر زکوٰۃ و قربانی بھی واجب نہیں۔

قربانی کے جانور میں عقیقے کا حصہ رکھنا

سوال: کیا عیدِ قربان پر قربانی کے ساتھ بچوں کا عقیقہ بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً: ایک گائے لے کر ایک حصہ قربانی اور چھ حصے چار بچوں (دو لڑکے، دو لڑکیاں) کا عقیقہ ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! قربانی کے جانور میں عقیقے کے حصے رکھے جا سکتے ہیں۔

بقیہ

حضرت راحیل بنت لابان

(والدہ حضرت یوسف علیہ السلام)

میں نے اپنے بھائی یوسف کو دیکھا ان کا چہرہ ماہِ کامل سے زیادہ حسین تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے صرف ایک بیٹے کا نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا اور وہ راحیل کے یہ بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں ان کی اس قدر محبت تھی کہ اب لیا اس بچے سے حسد کرنے لگی مگر اب راحیل کو کسی بھی چیز کی پروا نہ تھی، اب وہ عبادت کرتیں تو اپنے بیٹے کو بھی اپنے ساتھ اپنی گود میں رکھتیں۔ جب درس سے فارغ ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام گھر میں تشریف لاتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کو خود سے جدا نہ کرتے اس طرح کچھ وقت اور گزر گیا تب حران میں برسوں گزارنے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے وطن فلسطین جانے کی آرزو پیدا ہوئی انہوں نے تمام مال مویشی گھر بار باندی غلام اور بیویوں، بیٹوں کے ساتھ یہ سفر کیا۔ اس سفر میں راحیل بنت لابان نے دوسرے بیٹے کو جنم دیا" بن یمین "من کا بیٹا یہ بچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخری فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی اور راحیل کے دوسرے بیٹے تھے۔ جس کی ولادت کے وقت اسی سفر میں راحیل نے وفات پائی۔ لیا اور باقی باندیوں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے جو دس بیٹے تھے وہی بنی اسرائیل کہلائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسن اور نبوت و حکومت کے ساتھ کیا ہے اور قرآن پاک میں پوری ایک سورہ (سورہ یوسف) ان کے بارے میں نازل فرمائی ہے۔ راحیل بنت لابان کی قبر حران سے باہر کنعان کے راستے میں ہی بتائی جاتی ہے۔

نمک

نمک کی طبی اہمیت

• حکیم شمیم احمد

تعارف

نمک کو عربی میں ملح اور انگریزی میں Salt کہتے ہیں۔اس کا نباتاتی نام Sodium Chloride ہے۔اس کی کئی اقسام ہیں۔لاہوری نمک، نمک جلاب، نمک سانبھر، نمک سیاہ، نمک شیشہ، نمک شور، نمک دریا۔ ہر ایک کے خواص تقریباً برابر ہیں۔ نمک ایک کثیر الاستعمال شے ہے۔

حدیثِ رسول ﷺ

قَالَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ! سَیِّدُ اِدَامِکُمُ الْمِلْحُ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نمک تمہارے کھانوں کا سردار ہے۔

طبی لحاظ سے نمک کی اہمیت

خواتین کھانا پکانے میں کتنی ہی مہارت کیوں نہ رکھتی ہوں اور کھانوں کی تیاری میں بڑھیا سے بڑھیا ثابت مسالے جات اپنے ہاتھوں سے پیس کر شامل کر لیں لیکن نمک شامل کیے بغیر کھانے میں لذت آہی نہیں سکتی۔ اسی طرح طبیب حضرات ہاضمے کے لیے جو چورن تیار کرتے ہیں، اس میں قلیل مقدار میں نمک ضرور شامل کیا جاتا ہے۔یوں غذائی اور طبی اعتبار سے نمک کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

طبی لحاظ سے نمک کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر آج کے مہذب دور میں انسان کو نمک کے استعمال سے روک دیا جائے تو وہ گھل گھل کر مر جائے گا۔اگر کسی آدمی کی غذا سے نمک بالکل ختم کر دیا جائے تو اس کی کمی سے انسانی جسم میں کیڑے پڑ جائیں گے اور وہ تڑپ تڑپ کر ختم ہو جائے گا۔اسی طرح جانوروں کو نمک استعمال کرنے سے روک دیا جائے تو وہ بیمار پڑ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر گھروں میں پالتو جانوروں میں نمک جزو بدن نہ ہونے کی بنا پر وہ بیمار پڑ جاتے ہیں۔اس کے برعکس جنگلی جانوروں کی صحت اچھی رہتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی سے جڑی بوٹیاں اور نمکین پودے چرتے رہتے ہیں اور پہاڑوں سے نمک چاٹتے ہیں اور کھارا پانی پیتے ہیں۔انسانوں اور حیوانوں کے جسم میں طبعی طور پر نمک کی ایک خاص مقدار ہر وقت موجود رہتی ہے۔اگر کسی بیماری کی وجہ سے جسم سے پانی اور نمکیات نکل جائیں تو جسم لاغر ہو جاتا ہے۔چناں چہ کثرت سے دست آنے کی صورت میں چینی نمک کا محلول بنا کر وقفے وقفے سے مریضوں کو پلایا جاتا ہے۔

نمک کا کثرت سے استعمال نقصان دہ ہوسکتا ہے۔

میرے ایک ساتھی جنھیں شدید دستوں کی شکایت ہو گئی تھی، انھوں نے بے تحاشا چینی نمک کا محلول بنا کر پینا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو کر فالج ہو گیا۔ خدانخواستہ اگر ایسی صورت پیش آجائے تو قلیل مقدار میں نمک استعمال کرنا چاہیے اور وقتاً فوقتاً اپنا بلڈ پریشر چیک کروا کر اطمینان کر لینا چاہیے۔یوں بھی اطبا کا مشورہ ہے کہ عام غذا میں بھی اعتدال برتنا چاہیے، تاکہ معدے پر بوجھ نہ بنے۔

نمک کی زیادتی پر محققین کی رپورٹ

محققین نے لکھا ہے کہ غذا میں نمک کا زیادہ استعمال ان خلیوں میں اضافہ کر سکتا ہے، جن کی وجہ سے جسم اپنی ہی قوتِ مدافعت کے خلاف کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ کئی ممالک کی حکومتیں مختلف پروگراموں کے ذریعے سے لوگوں میں آگہی اور شعور پیدا کرنے میں کام یاب ہو گئی ہیں کہ وہ اپنی غذاؤں میں نمک کم سے کم شامل کریں۔

وہ مریض جن کے ذہن پر کوئی بات سوار ہو جاتی ہے اور کوشش کرنے کے باوجود ذہن سے نہیں نکلتی اور رات کی نیند بھی اُچاٹ کر دیتی ہے۔ ایسے مریضوں کو چند دنوں کے لیے اپنی غذاؤں میں نمک کم کر دینا چاہیے اور شہد کا استعمال بڑھا دینا چاہیے۔ اس طرح اس ذہنی اذیت سے نجات پا سکیں گے۔

نمک۔۔۔ بے شمار فوائد کا خزانہ

اگر بھڑ یا حشرات الارض نے کاٹ لیا ہو تو مقام ماؤف پر سرسوں کا تیل لگا کر پسا ہوا نمک طعام چٹکی بھر رگڑیں بفضلہٖ تعالیٰ نمک زہر کو جذب کر لے گا اور درد و جلن ختم ہو جائے گی۔

اگر کسی ورم یا پھوڑے کو پھاڑنا مقصود ہو تو۔۔۔۔

میدہ گندم 10 گرام　　روغن سرسوں 10 ملی لیٹر

سفوف نمک طعام 5 گرام　　پانی 50 ملی لیٹر

پانی کے اندر میدہ گندم حل کر لیں، اس کے بعد اس کو ہلکی آنچ پر پکائیں جب حلوے کی مانند ہو جائے تو روغن ملا کر اتار لیں، نیم گرم حالت میں سوتی کپڑے کی مدد سے مقام ماؤف پر باندھیں جو مقام ماؤف کے عین اوپر ہو وہاں پر نمک چھڑک دیں۔

اگر کوئی زخم خراب ہو گیا ہو اور ٹھیک نہ ہو رہا ہو تو مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کریں:

ھوالشافی: سفوف ہلدی 2 گرام　　سفوف پھٹکری سفید خام آدھا گرام سفوف نمک طعام 1 گرام　　روغن سرسوں 10 ملی لیٹر

روغن کو نیم گرم کر کے اس میں ہلدی، نمک اور پھٹکری ملا دیں۔ نیم گرم حالت میں روئی کی مدد سے زخم پر باندھیں دو تین روز میں زخم مندمل ہو جائے گا۔

زیادہ نمک مہلک بیماریوں کا سبب

پاکستانی کھانے ہی کچھ اس قسم کے ہیں کہ ہم آٹھ سے دس گرام نمک یومیہ کھا لیتے ہیں، جو ہمارے جسم کے لیے مفید نہیں۔ نمک کی مخصوص مقدار دورانِ خون اور گردوں کو بہتر طریقے سے کام کرنے میں مدد دیتی ہے، لیکن اگر نمک کی مقدار خون میں بڑھنا شروع ہو جائے تو گردوں کا کام متاثر ہونے لگتا ہے۔ خون کی گردش کے مسائل بڑھ جاتے ہیں۔ نمک کی یہ زائد مقدار خون میں شامل ہو کر آہستہ آہستہ شریانوں کو بند کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اس طرح ہائی بلڈ پریشر کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

☆آپ جس قدر نمک کھائیں گے۔ آپ کا جسم اسی قدر پیشاب کے ذریعے سے کیلشیم خارج کرے گا، اگر جسم میں کیلشیم کی کمی ہو گی تو اس کا براہِ راست اثر ہڈیوں پر پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نمک کی جسم میں زائد مقدار ہڈیوں کو کم زور یا بھر بھرا کر دے گی، جسے بوسیدگیٔ عظام (اوسٹیوپروسس) کا مرض کہا جاتا ہے۔

انسانی زندگی کے لیے نمک کی اہمیت

انسانی زندگی کا جن عناصر پر انحصار ہے ان میں نمک بھی شامل ہے۔ اگر ایک ماہ تک انسانی خوراک میں نمک شامل نہ کیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے ہالینڈ اور سویڈن وغیرہ میں خطرناک مجرموں کو یہ سزا دی جاتی تھی کہ انھیں نمک کے استعمال سے مکمل طور پر روک دیا جاتا تھا۔ سویڈن میں تو سزائے موت پانے والے مجرموں کو یہ چھوٹ تھی کہ چاہے وہ پھانسی کی سزا اپنے لیے تجویز کریں یا نمک ملی ہوئی غذائیں چھوڑ دیں۔ ان میں سے جو مجرم دوسری سزا کا انتخاب کرتا تھا، وہ نمک نہ ملنے سے ایک ہی ماہ کے اندر گھل گھل کر ختم ہو جاتا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسانی زندگی کے لیے نمک کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔

نمک کی مختلف اقسام کی افادیت

نمک کی مختلف اقسام کی افادیت مندرجہ ذیل ہے۔

نمک لاہوری: یہ نمک بلغم اور غلیظ رطوبتوں کو نکالتا ہے۔ ذہن، فہم اور ادراک کو تیز کرتا ہے۔ کھٹی ڈکاروں کو روکتا ہے۔ پیٹ کی ریاح کو دور کرتا ہے۔ اگر اسے ایلوا کے ہم راہ استعمال کیا جائے تو نزلے کے لیے مفید ہے اور مقوی بصر بھی ہے۔

نمک جلاب: سونف کے عرق کے ساتھ ملا کر یا پھر پانی کے ساتھ قدرے شکر ملا کر پینا دست لاتا ہے۔ بلغم و سودا کو خارج کرتا ہے۔

نمک سانبھر: بلغمی مواد، ریاح اور بلغم کو خارج کرتا ہے اور کھانا ہضم کرتا ہے۔ یہ لاہوری نمک کے مقابلے میں لطافت کے لحاظ سے کم ہے، لیکن افعال و خواص کے لحاظ سے اس کے قریب تر ہے۔ پیاس لگاتا ہے۔

نمک سیاہ: یہ ہاضمِ طعام اور کاسر ریاح ہے۔ پیٹ کے درد کو ختم کرنے کے لیے بے حد مفید ہے۔ گلاب کے ہم راہ استعمال کرنے سے بدہضمی دور ہو جاتی ہے۔ ریاحی بواسیر میں مفید ہے۔ اطبّا اسے چورن میں شامل کرتے ہیں۔ ہچکی دور کرنے کے لیے آم کی گٹھلی کے ہم راہ استعمال کراتے ہیں۔

نمک شیشہ: یہ نمک امراضِ چشم، دھند اور جالا میں مفید ہے۔ یہ بھوک بڑھاتا ہے، کھانا ہضم کرتا ہے، بواسیر اور ورم طحال کے لیے بے حد مفید ہے۔ بلغم دور کرتا ہے۔ بلغمی کھانسی کے لیے بے حد مفید ہے۔ تاریکی چشم اور ناخونہ کے لیے مفید ہے۔

نمک شور: یہ ہم راہ روغن زیتون اور گوند استعمال کرنے سے زخموں کو بھرتا ہے۔ یہ تمام نمکوں میں قوی ہے۔

نمک دریا: یہ طبیعت کو نرم کرتا ہے، کھانے کو ہضم کرتا ہے اور کاسر ریاح بھی ہے، بلغم کو بذریعہ دستوں کے خارج کرتا ہے۔

021-35215455, 35677786 Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi zaiby.jeweller@gmail.com

حضرت راحیل بنت لابان

(والدہ حضرت یوسف علیہ السلام)

ندا اختر

لابان بن تبویل حران کے ایک معزز سردار تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی دولت، لاتعداد گھوڑے، بکریاں، کھیت اور بہت سارے باندی غلام عطا کیے تھے۔ جب کہ اولاد میں اللہ نے انہیں صرف دو بیٹیاں ہی دی تھیں۔ لیا بنت لابان اور راحیل بنت لابان۔ لیا بڑی اور ایک سمجھ دار لڑکی تھی۔ چھوٹی بیٹی راحیل بنت لابان حد درجہ حسین اور دین دار تھی۔ ان دونوں بہنوں میں بے تحاشا محبت تھی اور چوں کہ ان کی عمروں میں زیادہ فرق نہ تھا، للٰذا وہ آپس میں ہی ایک دوسرے ہی کی دوست اور ہم جولیاں تھیں اور ہر وقت ساتھ ہی رہتیں۔ سب کام ساتھ کرتیں اور ساتھ ہی ٹہلنے کے لیے جایا کرتیں۔ بچپن سے اسی طرح پیار و محبت کے ماحول میں جوان ہوئی تھیں۔ جب جب شادی کی بات ہوتی وہ بچھڑ جانے کے خیال سے ہی اداس ہو جاتیں، ایسے میں بڑی بہن لیا بنت لابان کہتی: "راحیل تو بابا جان سے کہنا کہ وہ میری شادی کسی ایسے آدمی سے کر دیں جو ہمیشہ اسی گھر میں رہے۔" چھوٹی بہن راحیل بنت لابان کہتی: "بے شک میں یہ بات بابا جان سے ضرور کہوں گی لیکن جب مرغ بانگ دے تو تو ابراہیم (علیہ السلام) کے رب سے دُعا کرنا کہ ہم ساتھ رہیں۔ سنا ہے اس وقت دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ جب مرغ صبح صبح پہلی بانگ دیتا ہے۔"

یہی زمانہ تھا جب حران کے معزز سردار لابان بن تبویل کے بھانجے حضرت یعقوب علیہ السلام حران پہنچے، ان کے حران پہنچنے کا واقعہ بھی تاریخ میں اس طرح ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے چہیتے فرزند ارجمند حضرت یعقوب علیہ السلام کو اوائل عمر میں ہی نبوت کی بشارت دی، جو آپ کے بھائی عیص بن اسحاق کو سخت ناگوار گزری اور آتش حسد یہاں تک بڑھی کہ یعقوب علیہ السلام کو اپنا گھر چھوڑ کر ماموں کے یہاں آنا پڑا۔ آپ نے اپنے ماموں ہی کے پاس پرورش پائی اور یہیں آپ کے ماموں کی دو بیٹیوں لیا اور احیل سے آپ کی شادی ہوئی۔ واضح رہے، اس وقت دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں آنا منع نہ تھا۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ بچپن کی بے پناہ محبت کے باعث یہ یک جائی ان دونوں بہنوں کو اچھی لگتی مگر ہوا یہ کہ جوں ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ اور وقت دو جانب تقسیم ہوا تو لیا اس کو برداشت نہ کر سکی۔ بچپن کی محبت اور ہمیشہ ساتھ رہنے کی آرزو مٹ چکی تھی۔ دونوں اپنے اپنے حصے کے گھر میں رہتیں، جہاں ان کی باندیاں ان کے گرد جمع رہتیں لیکن زندگی کے دیگر معمولات کی طرح ان کے مزاجوں میں بھی غیر معمولی فرق آ گیا تھا۔ لیا بنت لابان اس دوران 6 بیٹوں کی ماں بن چکی تھی۔

(1) روبن (2) شمعون (3) لاوی (4) یہودا (5) اشکار (6) زبلون۔

جن پر اسے فخر تھا۔ یہ بیٹے اپنے باپ کو متوجہ رکھتے اور وہ جب بھی راحیل کے پاس آتے تو کسی نہ کسی طرح لیا انہیں وہاں بھیج دیتی۔ یوں راحیل غیر شعوری طور پر مضطرب سی ہو جاتیں اور اپنی اس کیفیت کو مٹانے کے لیے وہ نماز کا سہارا لیتیں، کبھی تسبیح پڑھتیں۔ لیا تو اپنے خیال میں انہیں تکلیف پہنچاتی لیکن یہی تکلیف ان کو اللہ کے قریب کرتی رہی، ادھر منشاء الٰہی سے وقت مہینوں اور سالوں کی شکل اختیار کر کے گزرتا گیا مگر آرزو کے باوجود راحیل اولاد کی نعمت سے محروم رہیں۔ باندیاں موجود تھیں، لیکن ادھر ادھر کی خبریں سننا اور باندیوں سے معلومات حاصل کرنا ان کی فطرت نہیں تھی۔ ایسے میں حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ کے حکم پر اپنے علاقے والوں کو درسِ ہدایت دیتے، خود اللہ کی عبادت کرتے اور دوسروں کو تلقین کرتے اور جب راحیل کے گھر آتے تو دیکھتے کہ وہ یادِ الٰہی میں مصروف ہیں۔ اس طرح کئی برس گزر گئے۔ ایسے میں ایک دن راحیل نے سوچا کہ اللہ نے انہیں اولاد نہیں دی، مگر انہیں ایک بچہ ضرور چاہیے تو کیوں نہ اپنی سب سے عزیز باندی "زلفہ" اپنے شوہر کو تحفے میں دے دیں تاکہ اس کے بچے کو پال سکیں یہ سوچ کر انہوں نے اپنی باندی حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں دے دی۔ لیکن لیا ایک ذہین عورت تھی اسے راحیل کی آرزو کو سمجھ لینے میں دیر نہ لگی اور اس نے بھی اپنی عزیز ترین باندی "بلہا" اپنے شوہر کی نذر کر دی، ان دونوں باندیوں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چار بیٹے پیدا ہوئے زلفہ سے "جد" اور "آشر"۔ بلہا سے "دان" اور "نفتانی"۔

اس طرح اب حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹے پیدا ہو گئے تھے لیکن راحیل اب بھی بچے کی نعمت سے محروم تھی کیوں کہ ان کی باندی نے اپنے دونوں بیٹوں میں سے کوئی بیٹا بھی انہیں نہیں دیا۔ یوں عزیز باندی بھی ساتھ چھوڑ گئی اور تنہائی بڑھی تو عبادت کا وقت مزید بڑھ گیا وہ اللہ سے دعا کرتیں: "باری تعالیٰ مجھے تنہا مت رکھنا۔" اس طرح برسوں گزر گئے اور اب راحیل کو جو دیکھتا حیران رہ جاتا کیوں کہ عبادت الٰہی سے ان کے رخ پر پاکیزگی اور نور نے انہیں حیران کن حسن بخش دیا تھا۔ وہ اللہ کی عبادت اور اللہ کے نبی کی اطاعت کرتیں اور گوشہ نشین ہوتی گئیں۔ تب اس برسوں کی عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کی نعمت سے نوازا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے گیارہواں بیٹا پیدا ہوا جو اس درجہ حسین تھا کہ جس نے دیکھا وہ دیکھتا رہ گیا۔ یہ بچہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے، جن کے حسن کی گواہی قرآن پاک نے دی اور جن کی جوانی دیکھ کر مصر کی معزز ترین عورتوں نے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں۔ ان کے حسن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دولتِ حسن کے دس حصے کیے، ایک حصہ کل کائنات (عیاں اور پوشیدہ تمام زمانے) کو بخشا اور نو حصے حسن صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا اور اس کی گواہی اللہ کے آخری نبی نے بھی معراج سے واپس آ کر دی اور کہا کہ بقیہ ص 17 پر

قربانی

امۃ اللہ

حیان نے اپنا سر کرسی کے سرے پر ٹکا رکھا تھا۔ وہ پیروں کو چھوتی نارنجی فراک پہنے، سر پر دھانی رنگ کا دوپٹا خوب صورتی سے جمائے اس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ماتھے پہ سونے کا چمکتا ہوا ٹیکا اور چہرے پر حیا کی مسکراہٹ سجائے، پلکوں کی چلمنوں کو رخساروں پر گرائے، اب اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی، اچانک ایک آواز نے تصور کا عکس توڑ دیا۔

"بیٹا بیٹا حیان!" آواز پر اس نے نیم وا آنکھوں سے دیکھا، اس کی والدہ کہہ رہی تھیں: "بیٹا حیان! عیدالاضحیٰ میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ قربانی کا جانور کب لاؤ گے؟ سوسائٹی کے سب لوگ ایک سے بڑھ کر ایک جانور خرید لائے ہیں اور ہاں کل رؤف کی والدہ آئی تھیں، اپنی پوتی کے عقیقے کی دعوت دینے۔ کہہ رہی تھیں، عید الاضحیٰ پہ ہی عقیقے کا پروگرام ہے۔ حیان کو بھی ساتھ لانا۔" حیان جو خیالوں کے پیچ و خم میں الجھا دور کہیں بھاگ رہا تھا۔ ماں کی کسی بات پر توجہ کیے بغیر فقط اس بات پر چونکا: "مگر میں

نہیں جاؤں گی حیان بیٹا!"

"کیوں؟ آپ کیوں نہیں جائیں گی؟" حیان وجہ جانتا تھا، مگر اب اپنی ماں کی زبان سے بھی اس سحر انگیز تصور کا تذکرہ سننا چاہتا تھا۔ "حیان! میں تھک چکی ہوں، لوگوں کو جواب دیتے دیتے۔ سال ہونے کو آیا ہے، لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آخر کیا کمی تھی اس لڑکی میں؟ بہت سوچا، مگر مجھے اس لڑکی میں کوئی کمی نظر نہیں آئی۔ وہ میرے چہرے سے میری ہر بات جاننے والی لڑکی تھی، شرمندہ ہو جاتی ہوں، کیوں کہ کمی دراصل تم میں تھی۔ یا پھر میری تربیت میں تھی، جو اس رات تم نے اپنا قیمتی سرمایہ کھو دیا۔" حیان کی والدہ حیان کو آئینہ دکھانے کے ساتھ، خود بھی ٹوٹ کر بکھر رہی تھیں کیوں کہ انہیں گھر کی خوش نما اور پُر شکوہ عمارت سائیں سائیں کرتے گھنے جنگلوں سے بھی زیادہ خوف ناک لگا کرتی تھی۔

◆◆◆

پیروں کو چھوتی نارنجی فراک اور دھانی رنگ کے ڈوپٹے کو سر پر نزاکت سے لیے وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی کہ پارلر والی نے کہا دوپٹا شولڈر پر سیٹ کرنا ہے سر پر نہیں! "کیوں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا تو جواب ملا: "آپ کے شوہر نے کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آئی برو ضرور بنوائیں" زینب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اسے لگا کہ اس سے حیا کی قربانی مانگی جا رہی ہے۔ وہ جان دے سکتی تھی مگر حیا ہرگز نہیں۔ زینب نے کچھ سمجھانے کی بجائے نرمی سے کہہ دیا: ڈوپٹا حیا کی علامت ہے۔ آپ سر پر ہی سیٹ کر دیں، مجھے یقین ہے میرے شوہر کو یہ زیادہ پسند آئے گا۔" اس کی آئی برو تو قدرت نے پہلے ہی سے تراشی ہوئی تھیں۔

حیان کی ڈیمانڈ کے مطابق حیان کی والدہ اس کے لیے حسین ترین بیوی لائی تھیں، جس کے نقش و نگار اپنی مثال آپ تھے۔ زینب کی والدہ نے زینب کی دینی پڑھائی مکمل ہوتے ہی اس کا رشتہ حیان سے کر دیا، یہ سوچے بغیر کہ کیا حیان زینب کے ساتھ چل پائے گا؟

◆◆◆

حیان گھر کے باغیچے میں اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ چائے لے کر آتی زینب کے کانوں میں حیان کے کچھ جملے پڑ گئے۔ کیوں کہ حیان غصے میں اونچا بول رہا تھا: "موم نو ڈاؤٹ کہ آپ میرے لیے بہت حسین و جمیل وائف لائی ہیں۔ مگر مجھے اس کا شادی کے دن آپا جی کی طرح یہ دوپٹا لینا سمجھ نہیں آیا اور اس وقت تو اس لڑکی نے حد ہی کر دی، جب میں نے تصویر کھنچوانے کا کہا۔ آج رات میں اپنے دوستوں کو بلا رہا ہوں دعوت پر، براہِ مہربانی زینب کو سمجھا دیجیے تاکہ کوئی تماشا نہ کرے، میرے دوستوں کے سامنے۔"

دن لمحوں میں بدل کر پلٹتے گئے۔ آج شادی کو 3 سال ہونے والے تھے کہ زینب نے چاند رات کو عیدالاضحیٰ کے پانچویں دن اپنے والدین سے ملنے کی اجازت چاہی کیوں کہ اس دوران اسے ایک بار بھی حیان نے ماں کے گھر جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس کی شادی بھی عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہوئی تھی۔

"آخر کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ آج مجھے بتا ہی دو، تم خود کو سمجھتی کیا ہو! تم جیسی ہزاروں لڑکیاں دیکھی ہیں میں نے۔" حیان پہلے ہی سے لڑنے کے موڈ میں تھا۔ حیان کو غصہ اس کے اجازت چاہنے پر نہیں بلکہ اس کے دینی طور طریقوں پر تھا، جو حیان کے لیے اجنبی تھے، کیوں کہ اسے دین سیکھنے کا شاید وقت ہی نہیں ملا تھا۔

"کیا گھر نظر نہیں آتا تمہیں میرا؟ ہر عید پر تمہیں ماں باپ کے گھر جانا ضروری ہے؟ تم وہیں جاؤ گی، جہاں میں لے کر جاؤں۔" زینب نے ڈرتے ڈرتے کہا: مگر میں ایک بار بھی امی سے نہیں ملی۔" حیان کا چہرہ مزید سرخ ہو گیا۔ "اچھا! اب تم مجھے جواب بھی دو گی؟ تمہاری یہ مجال! ٹھیک ہے، آج ہمیشہ کے لیے تمہیں تمہاری

ماں سے ملا دیتا ہوں۔ بیٹھی رہنا وہیں عمر بھر۔حیان نے زینب کا ہاتھ اپنی سخت مٹھی میں جکڑا اور گھسیٹتا ہوا باہر کے دروازے تک لے آیا۔ "حیان ! میرا ہاتھ چھوڑیں پلیز !" زینب کراہتے ہوئی بے کسی سے بول رہی تھی، مگر اس کی نازک کلائی میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ مضبوط گرفت سے چھڑا سکے، وہ رحم طلب نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی اور حیان آج جیسے ہوش میں نہ ہو۔

"میں تمہیں آج چھوڑوں گا نہیں" حیان شعلے برساتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تم نے میری ناک کاٹ کر رکھ دی ہے، پوری سوسائٹی میں۔ہر وقت تمہارا یہ دوپٹا اور آپا جی پن مجھے بالکل پسند نہیں ۔اپنے دوستوں کی بیویاں بھی دیکھی ہیں، میں نے۔وہ تمہاری طرح اولڈ فیشن بالکل نہیں ہیں، وہ غیر مردوں سے ملنے اور بات چیت کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجکتیں اور تم میں ذرا بھی اعتماد نہیں، حد کردی ہے تم نے۔"

زینب کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔لرزتی آواز میں حیّان حیّان پکارتی زینب کو اب سمجھ آگیا تھا کہ حیّان نشے میں ہے اور وہ اب اس کی ایک نہیں سنے گا اور سب حدیں پار کر جائے گا۔دو تین تھپڑ زینب کے گلاب جیسے نرم رخساروں کو سرخ کرگئے۔ بھورے ریشمی بالوں کو درندوں کی طرح کھینچتے ہوئے حیان نے واقعی سب حدیں پار کردیں اور عرش کو ہلا دینے والے تین مبغوض لفظوں نے زینب کی زندگی تاریک کردی۔اور حیّان؟کیا حیان کو اب زینب جیسا چاند چہرہ مل سکے گا؟جو اس کی اجڑی ویران راتوں کو پھر سے روشن کرسکے۔وہ جانتی تھی کہ اسے کس وجہ سے چھوڑا گیا۔ وہ ایک ہی بات کہہ سکی، جو شاید اس وقت تو حیّان کو سمجھ میں نہ آئی مگر ایک دن وہ بات اسے ضرور سمجھ آئے گی۔

چاند رات کو حیّان نے طلاق کا داغ دے کر زینب کو گھر سے نکال کر دروازہ بند کردیا۔زینب کو ایسا لگ رہا تھا جیسے سانس تو چل رہی ہو، مگر زندگی ختم ہوچکی ہو۔ قربانی کے لیے بندھے جانوروں کی قطار دیکھ کر اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بھی انہی کا حصہ ہو مگر اسے عید سے پہلے ہی ذبح کردیا گیا ہو، اس طرح کہ جان حلق میں اٹکی ہو اور لہو بہ رہا ہو۔تکلیف کی شدت ہو مگر روح نکلنے کو تیار نہ ہو۔زینب تن تنہا دروازے کے باہر گھٹنوں کے بل گری ہوئی تھی اور اس کے پاس اب ایک دوپٹے کے سوا کچھ نہ تھا۔اگر وہ اس دوپٹے کو بھی اتار دیتی تو کیا آج وہ برہنہ سر سرِ راہ کھڑی ہوتی؟اب کہاں جائے وہ؟ کسی پڑوس میں؟مگر کیا کہے گی وہ؟امی ابو کو کیا منہ دکھائے گی؟طلاق کی وجہ کیا بتائے گی؟صرف دوپٹا؟یا پھر حیان کے دوستوں کی بیویوں کی طرح غیر مردوں سے نہ ملنا اور بے ہودہ لباس نہ پہننا۔

◆◆◆

حیان جو پہلے خاموشی سے ماں کی باتیں سن رہا تھا، اب خود سے ہم کلام تھا۔ہاں کمی تو مجھ میں تھی۔اس نے تو دنیا کی بھی قربانی دی، اپنے رشتوں کی بھی اور اپنے آپ کی بھی۔اس نے مجھے سب کچھ دیا۔بس وہ "حیا" کی قربانی نہ دے سکی۔وہ ظاہر، باطن دونوں میں حسین تھی۔خیالوں نے پھر زینب کی معصوم یادوں کا رُخ لیا اور اس کی محبت ذہن کے پردوں کو ہلانے لگی۔دل کی دھڑکنیں بڑھنے اور اس کی باتیں یاد آنے لگیں: ☆"مجھے ڈر لگتا ہے جھوٹ بولنے سے کہ کہیں اللہ کے یہاں جھوٹی نہ لکھ دی جاؤں۔"☆"کیا میں پہلے نماز پڑھ لوں؟" سوال کیا گیا: "کیوں؟ابھی تو بہت وقت ہے، بعد میں پڑھ لینا۔" جواب دیا: "مجھے خوف ہے کہیں میری موت آجائے اور میں دنیا میں مشغول مرجاؤں۔"☆"ارے یہ کیا کررہی ہو؟" جواب دیا: "آپ کے جوتے اتار رہی ہوں۔۔۔" پوچھا: "کیوں؟" جواب دیا: "کیوں کہ آپ میرے مجازی خدا ہیں اور آپ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔" بری طرح ڈانٹ دیا "اُف ! ! ! نان سینس لڑکی تم مجھے پرانے زمانے کی ہیروئن لگتی ہو۔ہٹ جاؤ یہاں سے۔"☆"مجھے اچھا نہیں لگتا یہ کوہان کی طرح سر پر جوڑا باندھنا۔" کر پر ناگن کی طرح بل کھاتی چٹیا دیکھ کر دوست کے گھر لے جانے کے لیے میں نے اس سے جوڑا باندھنے کو کہا تو اس نے یہی جواب دیا تھا: "مومنات مائلات پر اللہ کی رحمت نہیں آتی۔" وہ امانت دار اور صرف میری بن کر رہنا چاہتی تھی۔اف اللہ ! کیا کچھ نہیں کھو دیا میں نے، نہ جانے میری بچی کیسی ہوگی؟کیا وہ بھی اپنی ماں کی طرح پیاری ہوگی۔زینب نے اُس کا نام نہ جانے کیا رکھا ہوگا؟کاش مجھے پتا ہوتا کہ وہ میری بچی کی ماں بننے والی ہے تو شاید میں ہوش میں آجاتا مگر میں نے اسے کچھ کہنے کا موقع ہی کہاں دیا کاش ایسا نہ ہوتا۔

وہ حسرتوں کی دَلدَل میں ڈوبتا گیا کہ اب اس کے پاس اور کوئی جگہ ہی نہ بچی تھی اور نہ ہی کوئی گنجائش۔اس نے گلاس میں پانی بھرا اور لب لگائے مگر پانی کا گھونٹ تھا یا کوئی گولا کہ حلق سے اترنے کو تیار نہ تھا اور آنسوؤں کی ایک غیر محدود لڑی آنکھوں کی ندیوں سے گلاس کے محدود سمندر میں اتر رہی تھی۔۔۔اس کی پسند ناپسند کا خیال رکھنے والی اس سے کھو چکی تھی۔آخری بار حیان نے اسے اسی "سیاہ رات" میں نگاہ بھر کے دیکھا تھا، جب اس نے بہتی آنکھوں کے سرخ ڈورے اور پلکوں کی چلمنوں کو اُٹھاتے ہوئے بے بسی سے کہا تھا: "میں دنیا نہ سیکھ سکی حیان ! کیوں کہ میں دین سیکھ رہی تھی۔"

یقیناً اس بات کے سمجھنے کا وقت آپہنچا تھا، جو اس وقت حیان کی سمجھ میں نہ آئی۔حیان کو اب ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنے رب کے حضور کھڑا ہو اور اس سے سوال کیا جارہا ہو کہ عمر کہاں گزاری؟اور حیان کے پاس صرف یہی جواب ہو کہ "یارب میں دین نہ سیکھ سکا، کیوں کہ میں دنیا سیکھ رہا تھا۔" اور نہ ہی تیرے طور طریقوں کی قدر کرسکا کیوں کہ انہیں پہچانتا ہی نہ تھا۔ ممکن ہے جیسے حیان نے زینب کا جواب کا غیر معتبر سمجھتے ہوئے تین لفظوں سے رد کردیا تھا۔حیان کا رب بھی شاید حیان کا جواب تسلیم نہ کرے۔ کیوں کہ قربانیاں زینب نے بھی دی تھیں دین کی خاطر۔اور قربانی حیان نے بھی کی تھی ایک خوب صورت جانور اور ایک نہایت حسین حور کی مگر اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ اس کا رب زینب کی قربانی تو قبول کرلے گا کیوں کہ وہ اس کے طور طریقوں سے آشنا اور اُن پر عمل کرنے والی تھی مگر اب شاید اسے لگنے لگا تھا کہ وہ اپنی جان بھی قربان کرے تو وہ قبول نہ ہو۔۔۔

عیدالاضحیٰ پر قربانیاں صرف جانوروں کی ہی نہیں ہوتیں بلکہ جذبات، احساسات آنکھوں میں جھلملاتے حسین خوابوں اور بہت سے انمول رشتوں کی بھی ہوتی ہیں۔ جنہیں صرف وہی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں جن کے پاس مال و دولت تو ہو مگر وہ اس دولت سے نہ تو جانور کے لہو کی قبولیت خرید سکتے ہیں نہ ہی رشتے ! ! !

ایک طرف عظیم عبادت جانوروں کا قربان کرنا اور دوسری طرف عرش سے چمٹی ہوئی صلہ رحمی کو ذبح کرنا، ان خوش نما تہواروں پر رشتوں کی سولی۔کیا حلال و حرام کے اس مخلوط ملغوبے کی رب کے ہاں قبولیت ہے؟کیا خرید سکتا ہے کوئی انسان ایسے لہو کی قبولیت جس میں اپنوں کا خون بھی شامل ہو اور ان کے جذبات و احساسات بھی قربان کیے گئے ہوں !

Brady's
The nourishing taste of Scott Baking
Plain Cake
OUR PROMISE
Brady's
DELICIOUS FOOD EXPERIENCE EVERY TIME
Brady's
Plain Cake
Delicious & Delightful
Delicious & Delightful

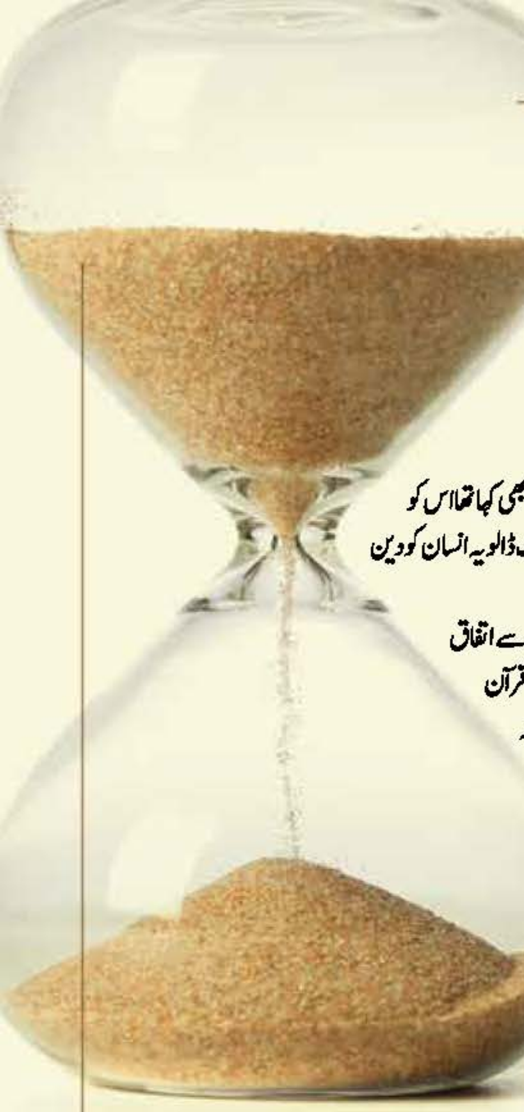

وقت کی اہم ضرورت

ام حیات بنگورا

"ارے صرف کتابوں سے خاتم النبیین ہٹانے سے بھلا کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم سب کو معلوم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّن ہیں وہ آخری نبی ہیں۔ مذہبی لوگوں کو بس فساد کرنے کے لیے بہانے چاہیے ہوتے ہیں۔" سعدیہ وٹس ایپ پر کلپ دیکھ رہی تھی، جس میں صرف مولوی ہی نہیں بغیر ڈاڑھی والے اچھے خاصے لوگ احتجاجی بینر اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ لوگ پہلے ہی نویں اور دسویں جماعت میں سورۃ توبہ کا اخراج کر چکے ہیں اور اب چھوٹی کلاسوں میں پڑھائے جانے والے اسباق سے انہوں نے خاتم النبیّن کا لفظ ہٹانا ان کے مذموم مقاصد ہیں۔ عائشہ نے کہا۔

"خواہ مخواہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو ایشو بناتے رہتے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں کام کرنے کی بجائے اسلامیات کا رونا رو رہے ہیں۔" ہانیہ نے بھی سعدیہ کی تائید کی۔

"یہ چھوٹی بات نہیں ہے ہانیہ۔" عائشہ نے ٹوکا۔

"اچھا بہت بڑی بات ہے؟ مطلب اب ہمیں جہاد کرنا ہوگا کیا!!" سعدیہ نے مذاق اڑایا۔

"اس کے بہت خطرناک نتائج ہوں گے اور اسے ہماری نسلیں بھگتیں گی۔" عائشہ اب سنجیدگی سے بولی۔

"سو سال پیچھے ہیں ہم لوگ ان سے، بھگت تو رہے ہیں اور ہماری نسلیں بھی۔ بجلی اور پانی کے جھگڑے سے نکلیں گے تو نسلیں کچھ کریں گی ناں۔" ہانیہ چیخ کر بولی۔

"ہم دنیا کی ترقی کو ہی ترقی کیوں سمجھتے ہیں اور ویسے بھی حسین دور ہیں ماہتاب کے جلوے۔" عائشہ جلے دل سے بولی۔

"چھوڑو یار بحث یہ بتاؤ کل کون کون چلے گا۔" اب سعدیہ نے موضوع بدل دیا۔ عائشہ اور ہانیہ نے ہامی بھر لی۔ "ٹھیک ہے پھر کل ملتے ہیں یہ کہہ کر سعدیہ کھڑی ہوگئی۔

سعدیہ، ہانیہ اور عائشہ دونوں کی جیٹھانی تھی، تینوں ساس سسر کے انتقال کے باوجود جوائنٹ فیملی میں اوپر نیچے رہتی تھیں۔ کھانا پینا الگ تھا مگر تینوں شام میں روزانہ اکٹھے چائے پیتی تھیں۔

◆◆◆

"یہ کیا! تم نے آمنہ کے کیسے کپڑے سلوائے ہیں۔" عائشہ ہانیہ کی بیٹی آمنہ کے کپڑے دیکھ کر حیران رہ گئی، آج اس نے سلیولیس کرتا پہنا ہوا تھا۔ "اوہو! مجھے پتا تھا تم کو ضرور اعتراض ہوگا مگر ہمیں اپنی سوسائٹی میں موو (evoM) کرنے کے لیے سوسائٹی کے ساتھ چلنا ہوگا۔ اس کے اسکول میں تمام بچیاں پارٹی میں اسی طرح آئی تھیں۔ میں جب آمنہ کو لینے گئی تو مجھے بڑی شرمندگی ہوئی۔ مجھے آمنہ اکثر کہتی رہتی تھی میں اگنور کرتی رہی مجھے کیا معلوم تھا میری بیٹی احساس کمتری کا شکار ہو رہی ہے۔" ہانیہ نے کہا۔

"ہانیہ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اس کو اس مشنری اسکول میں مت ڈالو یہ انسان کو دین سے دور کر دیتے ہیں۔"

"سوری میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کرتی جتنا دین اور قرآن مجید کے بارے میں آمنہ جانتی ہے اتنا صبا نہیں جانتی۔ حالاں کہ صبا اسلامک اسکول میں جاتی ہے۔" عائشہ نے اپنے بچوں کو اسلامک اسکولوں میں ڈالا تھا۔

◆◆◆

ڈاڑھی اور برقع ضروری نہیں ہوتا۔" سعدیہ پھر آج عائشہ سے بحث کر رہی تھی۔ اور ڈاڑھی اور برقعے والے لوگ تو اب زیادہ تر دہشت گرد ہوتے ہیں۔" ہانیہ بات دوسری طرف لے گئی۔

"دہشت گرد کون ہے یہ ساری دنیا کو معلوم ہے۔" عائشہ کی بات سن کر سعدیہ اور ہانیہ خاموش ہو گئیں (یہ بات تو اب ہر عام و خاص کے سمجھ میں آگئی تھی کہ عالمی دہشت گرد کون ہے یعنی امریکا)

◆◆◆

"مما مسیح علیہ السلام آگئے ہیں اب ہمیں ان کی پیروی کرنی ہے۔" آمنہ کے منہ سے یہ کلمات سن کر ہانیہ کے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ کچھ عرصہ پہلے وہ جس بات پر اعتراض کر رہی تھی۔ آج عائشہ کی بات اسے سمجھ میں آگئی۔ "یہ تم کو کس نے کہا؟" ہانیہ نے سوالیہ نظروں سے اسے گھورا۔ ہماری ٹیچر بتا رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبی آنے والے تھے وہ سو سال پہلے آچکے ہیں اور اب ہمیں ان کی "خاموش ہو جاؤ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہیں۔" اب ہانیہ غصے سے بولی۔

"مجھے میری ٹیچر نے یہی کہا تھا کہ آپ کے گھر والے آپ سے ایسا کہیں گے ہم اب تک جو پڑھتے آئے ہیں اس میں کہیں نہیں لکھا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں جبکہ مرزا قادیانی ان کے بعد آئے ہیں اب ہمیں ان کی پیروی کرنی ہے۔" اب

کایا پلٹ

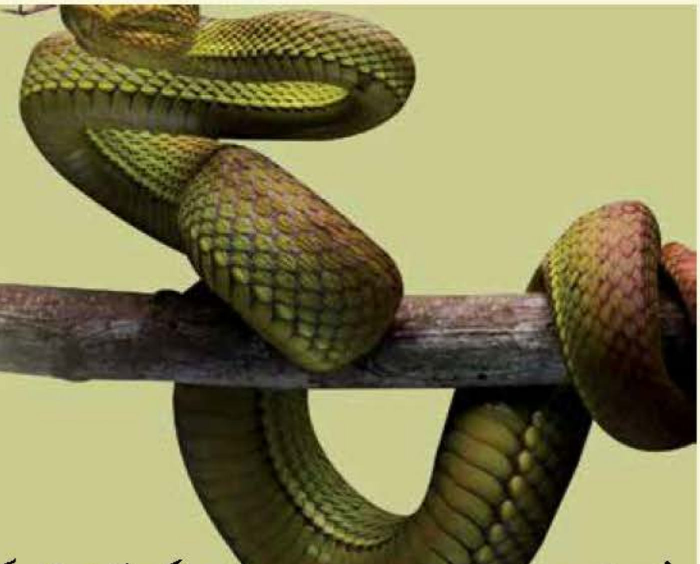

عائشہ طاہر

وہ ایک نہایت ہی خوب صورت اور ہرا بھرا جنگل تھا، تاحد نگاہ پھیلا سبزہ جہاں آنکھوں کو تراوٹ بخش رہا تھا، وہیں جابجا کھلے رنگ برنگے پھولوں کی مہک روح کو سرشاری و سکون کی کیفیت عطا کر رہی تھی۔۔۔۔
ان ہی خوب صورت مناظر کو آنکھوں میں سموتا، مدہوشی کی کیفیت میں گنگناتا ہوا وہ جنگل کے اونچے نیچے رستوں پر چلا جا رہا تھا کہ جانے کس درخت سے ایک پھن پھیلائے سیاہ زہریلے ناگ نے اچانک اس پر حملہ کیا اور اس کی گردن میں لپٹ گیا

◆◆◆

اس کا دم گھٹنے لگا اور تکلیف کی شدت سے آنکھیں تھیں کہ پھٹی جا رہی تھیں، اس نے مدد کے لیے آواز لگانا چاہی تو گلے سے محض عجیب و غریب سی غرغراہٹ ہی نکل سکی، بڑی مشکل سے ہمت جمع کر کے دونوں ہاتھوں کی کمزور پڑتی گرفت سے اس نے ناگ کو دور ہٹانا چاہا مگر عین اسی لمحے ناگ نے اپنا زہر اس کی گردن میں اتارا اور اس کے ہاتھ بے جان ہو کر اس کے پہلو میں آ گرے تھے۔۔

◆◆◆

کیا ہوا ہے زاہد! اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟ اور اتنا پسینہ کیوں آ رہا ہے آپ کو۔ مسز زاہد کمرے میں داخل ہوئیں تو اپنے شوہر کو پسینے میں ڈوبا دیکھ کر حیرانی سے °16 پر چلتے "اے سی" کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تھیں۔ زاہد صاحب معروف گارمنٹ فیکٹری کے مالک تھے۔ ان کی بیوی کچھ دیر پہلے ان کے کمرے سے جب گئی تو بہت پر سکون تھے اور حساب کتاب میں مشغول تھے اور اب کی کیفیت دیکھ کر بیوی کی حیرت اور پریشانی بجا تھی۔
"روبینہ! اپنے تمام زیورات اور فیکٹری کے حساب کتاب کے کاغذات بھی لے آؤ، مجھے آج ہی پچھلے پندرہ سالوں کی زکوۃ نکالنی ہے"
روبینہ بیگم کے سوال کو نظر انداز کرتے زاہد صاحب نے ان کو حکم دیا اور بیڈ پر اپنے برابر میں رکھے پیسوں سے بھرے بریف کیس کو کپکپاتے ہاتھوں سے خود سے دور کر کے باتھ روم کی طرف بڑھ گئے۔
ان کو وضو کر کے توبہ کے ساتھ ساتھ اس ذات پاک کے حضور شکرانے کے نفل بھی پڑھنے تھے، جس نے ان کو آخرت کے دائمی اور ہولناک عذاب سے دنیا ہی میں بچاؤ کی توفیق دے دی تھی۔

کے ہانیہ نے زوردار تھپڑ آمنہ کے جڑ دیا۔
"دین کے لیے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔" آمنہ یہ کہتے ہوئے گال پر ہاتھ رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ ہانیہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی اس کے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے!! پھر وہ جھٹکے سے کھڑی ہو کر سیدھی عائشہ کے پاس پہنچی اور اس کو ساری بات بتائی۔ "اب سمجھ میں آگیا نا۔ جب میں کہہ رہی تھی تب تم کو یہ سب فساد لگ رہا تھا۔ یہ اسلامک اسکول سسٹم ٹھیک ہے۔ شاید عصری مضامین کی پڑھائی تمام اسلامی اسکولوں میں بہت معیاری نہ ہو رہی ہو۔ مگر ان کے ایمان اور عقائد نہیں بگاڑے جاتے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ قرآن مجید ہم خود پڑھتے ہیں نہ بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ دین کو صرف اسلامیات کی کتابوں تک محدود کر دیا ہے۔" عائشہ کی غم اور غصے سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ہانیہ نے آمنہ کا اسکول تو بدل دیا مگر آمنہ جیسی کتنی ہی بچیاں اب بھی وہاں پڑھ رہی تھیں۔ جو اپنے دنیاوی مستقبل کے لیے سب کچھ قربان کرنے کو تیار تھیں۔

◆◆◆

پہلے تو آدمی یا تو مسلمان رہتا تھا یا علی الاعلان اسلام سے نکل جاتا تھا لیکن ان مشنری اسکولوں کی نحوست سے ایک نیا مسلم طبقہ پیدا ہوا جو بظاہر نماز روزے کا پابند ہے لیکن ذہنی و فکری طور پر اسلام سے خارج ہو چکا ہے۔ اس کو قرآن مجید میں بتائی ہوئی تقسیم میراث میں اختلاف ہے۔ اسلام کا قانونِ طلاق اس کی سمجھ میں نہیں آتا۔ زنا و چوری کے لیے رجم اور ہاتھ کاٹنے کی سزا کو وہ وحشیانہ و غیر انسانی عمل قرار دے رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی بھی مسلمان ان اسلامی قوانین پر اعتراض کر کے مسلمان رہ سکتا ہے۔ صرف ایک قرآنی آیت کا انکار بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے چہ جائے کہ وہ اسلامی بنیادوں پر شک کرے۔ بات یہاں تک نہیں رہی یہ تو ان لوگوں کے لیے ہے جو اسلام کی گہرائی میں جا کر اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے مگر اب تعلیم و تربیت کی آڑ میں عقیدہ ختم نبوت پر جس طرح کاری ضربیں لگائی جا رہی ہیں۔ اس کا اوراک آئے دن کی خبروں سے ہو جاتا ہے۔ اس وقت سب سے بڑی ضرورت اپنی نسلوں میں ایمان کی حفاظت ہی کی تدبیروں کی ہے۔ صرف دنیا میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لیے آخرت کا سودا خسارہ ہی خسارہ ہے۔ دنیا کی تعلیم کے ساتھ دین کی صحیح تعلیم اس وقت کی اہم ضرورت ہے ورنہ کہیں ہماری نسلیں ملعون مردود مرزا کو نبی مان کر کہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ ہو جائیں۔

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ۔ایچ ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

سمیعہ گل شمیم

مجھ سے ملیے

لیجیے جناب مجھ سے ملے ! یقیناً آپ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہوں گے، بلکہ آپ تو کیا آپ کی آئندہ آنے والی کئی نسلیں میرے نام اور میرے کارناموں سے بہت اچھی طرح واقف رہیں گی۔ آپ لوگ مجھ سے خفا ضرور ہوں گے اور ہونا بھی چاہیے۔ آخر میں نے آپ لوگوں کے عزیزوں کو جو نگل لیا ہے۔ میں وہ وبا ہوں جس کے بارے میں بڑوں نے کہا کہ زندگی میں پہلی دفعہ ایسا دیکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کی زندگیوں میں زہر گھولا ہے، خوف وہراس پھیلایا ہے، بہت سارے لوگوں کو بے روزگار کیا ہے مگر سچ پوچھیں تو جناب میں اپنے کسی فعل پر شرمندہ نہیں ہوں اور نہ ہی کسی حرکت پر ندامت ہے مجھے، اور ایسا کیوں ہے یہ آگے چل کر آپ لوگوں کو خود معلوم ہو جائے گا کہ میری اوقات ہی کیا ہے، یہاں بڑے بڑے سورما اور بھی ہیں۔

جی تو جناب بات ہو رہی تھی میرے کارناموں کی، میں نے اس جہاں کے بہت سارے لوگوں کو نئی نئی اصطلاحات سے متعارف کروایا ہے جیسے کہ قرنطینہ (Quarantine)، سماجی فاصلے (Social Distancing) اور Covid 19 وغیرہ وغیرہ۔ میرا خوف تو لوگوں میں اس قدر سرایت کر گیا ہے کہ زمانہ قدیم میں اتنا خوف تو شاید کسی کا بھی نہیں رہا ہو گا جتنا کہ اب میرا ہے۔ میرا سفر ایک ملک سے شروع ہوا اور چلتے چلتے آج یہ وقت آگیا ہے کہ میں ساری دنیا کا دورہ کر چکا ہوں۔ اس لیے میں نے سوچا کہ کیوں نہ آپ بیتی لکھی جائے تاکہ آپ لوگ بھی جانیں کہ میرا سفر کیسا رہا، کیا کیا تجربات مجھے دیکھنے کو ملے اور کیا ان تجربات میں آپ کے لیے بھی کچھ سیکھنے کا پہلو موجود ہے کہ نہیں۔

تو جناب شروع کرتا ہوں اپنی پیدائش کے مرحلے سے۔ اس بات سے تو مجھے واٹس ایپ کا وہ ایموجی یاد آ رہا ہے جو منہ پر ہاتھ رکھ کے ہنستا ہے وہ اس لیے کہ میں اپنی ظلمت کی تقریباً انتہا کر چکا ہوں اور یہ بڑے بڑے سورما جو خود کو سپر پاور کہتے ہیں، ابھی تک اسی بحث میں ہیں کہ آخر میں آیا کہاں سے ہوں ! ۔ کوئی کہتا ہے چائنا کے خلاف امریکی سازش ہے کوئی میری جائے پیدائش چائنا کی لیبارٹری قرار دیتا ہے۔ پتا کسی کو کچھ نہیں ہے بس اپنے اپنے اندازوں کے تیر چلا رہے ہیں۔ بعض تو ایسے بھی شیر دل ہیں، جو سرے سے میرے وجود سے ہی انکاری ہیں، خیر جناب ان کے ماننے نہ ماننے سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔

چائنا میں اپنے جلوے پوری طرح دکھانے کے بعد میں جاپان، اٹلی، امریکا اور یوں ہوتا ہوا سارے عالم میں چھاتا گیا۔ میں نے عالمی شناختی علامت چہرے پر ماسک بنا دیا۔ ہر ملک کی سڑکیں ویران اور اسپتال آباد کرنے کے بعد میں آخر کار پاکستان پہنچا، جہاں میرا والہانہ جی ہاں والہانہ استقبال کیا گیا۔ کیوں کہ میری آمد نے یہاں کی نوجوان نسل میں جو خوشی کی لہر دوڑائی ہے، وہ میں نے خدا کی قسم کسی اور ملک میں نہیں دیکھی۔ اس ملک نے مجھ جیسی اس وبا کو حیرت میں ڈالا جس نے سارے عالم کے ہوش اڑا رکھے تھے۔

ابتدا میں تو یہاں کے لوگوں میں کچھ خوف وہراس دیکھنے کو ملا، جو میرے لیے کچھ نیا نہ تھا۔ مگر جوں جوں میرا قیام یہاں بڑھتا رہا مجھے وہ وہ مشاہدات کرنے کو ملے کہ سچ پوچھیں تو مجھے اپنے وجود سے نفرت ہو گئی۔ یہاں کے عوام کو یہ زعم ہے کہ ہمارے اوپر جس قسم کی بھی وبا یا بیماری آ جائے ہم اللہ سے دعا کریں گے اور وہ قبول ہو گی اور بیماری کا جڑ سے خاتمہ ہو جائے گا۔ یقین جانیں مجھے اس سے انکار ہرگز نہیں، یقیناً ایسا ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی سنتا ہے مگر جناب بندوں پر بھی تو کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں نا ! !

خیر اس بحث کو جانیں دیں۔

جی تو میں نے ابتدا میں بات کی کہ یہاں کی نوجوان نسل یعنی طلبہ وطالبات بے حد خوش ہوئے، ظاہر ہے بھئی میں نے ان کے نہ صرف تعلیمی ادارے بند کروائے بلکہ انہیں بنا امتحان کے اگلی جماعتوں میں بھی ترقی کروا دی۔ پاکستان آ کر جو مجھے سب سے پہلا مشاہدہ ہوا وہ یہ تھا کہ لفظ Quarantine نے انہیں بڑا محظوظ کیا۔ ان کے واٹس ایپ اسٹیٹس اور فیس بک اسٹوریز Quarantine Day 1 Activity , Quarantine Day 2 Activity کے نام سے اپ ڈیٹ ہونے لگے۔ جہاں بھر میں میری آمد سے اسپتال آباد ہوئے اور یہاں گھر میں بیٹھنے سے لوگوں کے وزن بڑھنے لگے۔ جو اسپیشل کھانے کسی خاص موقع پر بنا کرتے تھے، وہ ہفتے میں دو دو دفعہ بننے لگے۔ بقیہ ص30پر

رحمت کا فرشتہ

قرۃ العین خرم ہاشمی

"اوئے پاگل! ادھر آ!" آٹھ سالہ کاشان نے ملازم لڑکے سلیم کو آواز دی۔ سلیم چیزوں سے گرد صاف کرنے میں مگن تھا۔ سلیم نے گردن گھمائی اور سہمی ہوئی نظروں سے، لاؤنج کے صوفے پر بیٹھے کاشان کی طرف دیکھا۔ کاشان بہت ضدی اور بد تمیز بچہ تھا۔ خاص کر اس کا رویہ گھر کے ملازموں کے ساتھ بہت برا اور ہتک آمیز تھا۔ سلیم کی عمر چودہ سال تھی۔ دبلا پتلا، سلیم غربت کی چکی میں پستا، دن رات محنت کر کے اپنے گھر والوں کا پیٹ پال رہا تھا کیوں کہ سلیم کا باپ بہت پہلے اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو سارے گھر کی ذمہ داری اس کے کمزور کندھوں پر آگئی۔ سلیم کے چھوٹے بہن بھائی اور بیمار ماں کا اس کے علاوہ کوئی اور سہارا نہیں تھا۔

سلیم کی ماں کئی سال پہلے، اس گھر میں کام کر چکی تھی، مگر اب بیماری کی وجہ سے کام کرنا ممکن نہیں رہا تو سلیم کو اس کی جگہ کام مل گیا۔

"جی چھوٹے صاحب!" سلیم نے پاس آکر مودب انداز میں کہا۔ "اب آگے جھکو!" کاشان نے پھر حکم دیا۔ "کیوں صاحب!" سلیم نے حیرت سے سوال کیا۔

"میں تمہیں گھوڑا بنا کر، تم پر سواری کروں گا!"

کاشان نے ہنستے ہوئے کہا تو سلیم پریشانی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ کاشان ایک صحت مند بچہ تھا جب کہ سلیم بہت کمزور تھا۔ سلیم کے منع کرنے کے باوجود کاشان نے زبردستی اسے گھوڑا بنایا اور اس کی کمر پر بیٹھ کر اسے چلنے کا حکم دیا۔ سلیم تھوڑا آگے جا کر ہی گر گیا۔ کاشان بد تمیزی سے قہقہے لگانے لگا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" گھر کے اندر داخل ہوتے نانا جان نے سخت لہجے میں سوال کیا تو کاشان جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے نانا جان سے بہت ڈرتا تھا۔ کیوں کہ نانا جان اصول پسند آدمی تھے۔

"نانا جان! ہم کھیل رہے تھے!" کاشان نے جلدی سے کہا۔ سلیم نے سر جھکا لیا مگر اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار واضح تھے۔

"سلیم! گاڑی سے میرا بیگ نکال کر لاؤ!" نانا جان نے ایک سنجیدہ نظر سلیم پر ڈالی اور پھر صوفے پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر میں کاشان کی امی صدف بھی وہاں آگئیں۔ باپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

"ابو! آپ کو آنے میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی!" صدف نے محبت سے پوچھا۔

"نہیں بیٹی! فلائٹ بہت آرام دہ تھی!"

نانا ابو کراچی سے لاہور اکثر اپنے کاروبار کے سلسلے میں آتے تھے۔ وہ جب بھی لاہور آتے اپنی بیٹی سے ملنے ضرور آتے۔

"نانا جان! میرے لیے کیا لائے ہیں؟" کاشان نے جلدی سے پاس آکر پوچھا۔

"بہت کچھ! مگر پہلے یہ بتاؤ کہ اب تم کسی کو تنگ تو نہیں کرتے؟"

"نہیں نانا جان! آپ مما سے پوچھ لیں۔" کاشان نے جلدی سے کہا تو صدف نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ تینوں باتیں کرنے میں مگن تھے، کچھ دیر کے بعد کاشان کے پاپا بھی آفس سے گھر آگئے تو سب نے مل کر کھانا کھایا۔

"سلیم کو کھانا دیا ہے؟" سالن ڈالتے ہوئے نانا جان کو اچانک یاد آیا۔

"وہ بعد میں کھالے گا۔" صدف نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں! بُری بات ہے۔ پہلے اسے کھانا دو۔" نانا جان نے نرمی سے کہا۔

"کیوں نانا جان! وہ تو نوکر ہے، بعد میں کھالے گا۔"

"ایک حدیث سناؤں!" نانا جان نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی نانا ابو!" کاشان نے جلدی سے کہا۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور انھوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ جب کسی کا غلام کھانا لائے اور وہ اسے اپنے ساتھ (کھلانے کے لیے) نہ بٹھا سکے تو اسے ایک یا دو نوالے ضرور کھلا دے۔ نانا جان نے نرمی سے سمجھایا تو کاشان کے پاپا نے جلدی سے سمجھ کر سر ہلایا۔

"صدف! آئندہ اس بات کا خاص خیال رکھنا!"

کاشان کے والد نے سنجیدگی سے کہا تو صدف نے سر ہلا دیا۔ نانا جان کے کہنے پر پہلے سلیم کو کھانا ڈال کر دیا گیا پھر باقی سب نے کھانا کھایا۔ رات کو کاشان نانا جان کے ساتھ ہی سویا کیوں کہ نانا جان اسے اچھی اچھی کہانیاں سناتے تھے۔

اگلے دن نانا جان اور کاشان لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ صدف کو سلیم کو سخت لہجے میں ڈانٹنے لگیں۔

"تم پاگل ہو؟ جاہل انسان میرے اتنے قیمتی ڈنر سیٹ کی پلیٹ توڑ دی تم نے۔" صدف غصے سے بول رہی تھی۔ "مالکن غلطی ہو گئی۔" سلیم نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"میں تمہاری تنخواہ سے پیسے کاٹوں گی! اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

صدف نے غصے سے کہا تو سلیم بھیگی آنکھوں کے ساتھ سر جھکائے وہاں سے چلا گیا۔ نانا جان

افسوس بھری نظروں سے اسے جاتا ہوا دیکھتے رہے۔
"ابو! جو ڈنر سیٹ آپ نے خاص طور پر میرے لیے اٹلی سے منگوایا تھا اس کی پلیٹ توڑ دی ہے اس جاہل انسان نے!" صدف نے پاس بیٹھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔
"بیٹی! میں نے تمہیں اس ڈنر سیٹ سے زیادہ مہنگی تعلیم اور اخلاق سکھائے تھے مگر افسوس تم سب بھول گئی ہو!" نانا جان نے افسردہ لہجے میں کہا۔
"کیا مطلب ابو؟" صدف نے حیرت سے باپ کی طرف دیکھا۔
"بیٹی! کیا میں نے تمہیں یہ تربیت دی تھی کہ تم اپنے ملازموں کے ساتھ جاہلانہ برتاو کرو!"
"مگر ابو!" صدف شرمندہ ہو گئی۔ کاشان غور سے ماں اور نانا جان کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"نانا جان! مما نے کیا کیا؟" کاشان نے حیرت سے سوال کیا۔
"وہ ہی غلط زبان اور سلوک، جو تم اس دن سلیم کے ساتھ کر رہے تھے!" نانا جان سے سنجیدگی سے کہا۔
"نانا جان! مما اسے پاگل بولتی ہیں، اس لیے میں بھی اس پاگل بولتا ہوں!"
کاشان نے جلدی سے کہا تو نانا جان نے افسوس بھری نگاہ صدف پر ڈالی۔ صدف شرمندہ ہو گئی۔ "دیکھا بیٹی! بچے ہمیشہ بڑوں سے اچھی اور بُری چیزیں سیکھتے ہیں! اگر تم اپنے ملازموں کے ساتھ اچھا سلوک اور زبان استعمال نہیں کرو گی تو تمہارے بچے بھی ایسا ہی کریں گے!"
نانا جان نے کہا تو صدف نے سر اٹھا کر باپ کی طرف دیکھا۔
"سوری ابو جان! غلطی ہو گئی!" صدف نے آہستگی سے کہا۔
"مما! آپ اتنی سی بات پہ معافی مانگ رہی ہیں؟" کاشان نے حیرت سے سوال کیا۔
"کاشان بیٹا! اگر کوئی آپ کو ڈانٹے یا پاگل، جاہل جیسے ناموں سے پکارے تو کیا آپ کو اچھا لگے گا!" نانا جان نے سوال کیا "نہیں!" کاشان نے نفی میں سر ہلایا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ خادموں سے آپ ﷺ کے حسن سلوک کو یوں بیان فرماتے ہیں
"میں نے دس سال تک نبی کریم ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کیا لیکن آپ نے مجھ سے اف تک نہ کہی اور نہ یہ کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا اور فلاں کام تم نے کیوں نہ کیا؟"
ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ ملازموں اور خادموں کے ساتھ اتنے شفیق تھے تو پھر ہم کیوں نہ آپ ﷺ کی سنت پر عمل کریں!"
نانا جان نے پیار سے سمجھایا تو کاشان نے سمجھ کر فوراً سر ہلایا۔
"ابو جان! میں آئندہ ایسا نہیں کروں گی!" صدف نے کہا تو نانا جان نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔
اس وقت سلیم چائے کی ٹرے اٹھا کر اندر داخل ہوا اور نانا جان کو چائے بنا کر دینے لگا۔
کاشان اپنی جگہ سے اٹھا اور سلیم کے پاس جا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سلیم کے چہرے پر ایک دم خوف کے سائے پھیل گئے۔
"سلیم بھائی! مجھے معاف کر دیں! میں نے ہمیشہ آپ کو بہت تنگ کیا!"
کاشان نے معصومیت سے کہا تو سلیم نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ نانا جان مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔
"کوئی بات نہیں!" سلیم نے حیرت اور خوشی سے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔
"نانا جان! یہ بھی آپ نے بتایا تھا کہ جب غلطی کا احساس ہو تو فوراً معافی مانگ لینی چاہیے۔ میں نے ٹھیک کیا نا!!۔"
کاشان نے پاس آکر کہا تو نانا جان نے اسے گلے سے لگا لیا۔ "ہاں میرے بچے! تم نے بہت اچھا کیا ہے۔"
"ہم سے زیادہ سمجھدار تو یہ بچے ہیں، جو ایک بار کے بتائے اور سمجھائے سبق کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔" صدف نے کہا
"اس لیے کہ بچوں کے ذہن سادہ کاغذ کی طرح ہوتے ہیں۔ اس پہ جو لکھو گے، وہ ہی ان کی شخصیت اور کردار بن جاتا ہے۔"
"شکریہ ابو جان آپ نے ہمیشہ ہماری راہ نمائی کی ہے۔"
صدف نے کہا تو نانا جان نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔
"یہ میرا فرض ہے۔" نانا جان نے نرمی سے مسکرا کر کہا۔ سلیم نے کام کرتے ہوئے شکر مندی کی نگاہوں سے نانا جان کی طرف دیکھا۔ جو اس کے لیے رحمت کا فرشتہ بن کر آئے تھے۔

ذخیرہ اندوزی کا ریکارڈ توڑ معاملہ مجھے صرف اسی ملک میں دیکھنے کو ملا۔ پانچ روپے کا فیس ماسک پچاس روپے میں فروخت ہوتے دیکھا۔ لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اس بہانے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ایک کوالٹی ٹائم گزارنے کو ملا۔ ٹی وی چینل والوں کو تو جیسے میرا نام لے کر سنسنی خیز خبریں پھیلانے کا ایک سنہری موقع ہاتھ لگ گیا۔ کچھ لوگوں نے وبائی امراض اور ان کے بچاؤ کے بارے میں جو معلومات فراہم کیں، وہ خود میری معلومات میں اضافے کا باعث بنیں۔ ساری دنیا کے عوام مجھ سے ڈرتے رہے اور مجھے پاکستانی عوام ڈرانے لگے۔ پہلے انہوں نے نعرہ لگایا کورونا سے ڈرنا نہیں، لڑنا ہے۔ پھر جو میری درگت بنی اللہ کی پناہ! مجھ پر لطیفے بنائے گئے۔ لوگوں نے اپنے ناپسندیدہ لوگوں کا نام میرے نام سے منسوب کیا۔ مجھ پر وہ تم لوگ کیا کہتے ہو؟ ہاں ہاں یاد آیا میمز بنائے گئے۔ ہر طرح سے میری جگ ہنسائی کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی۔ مجھے لے کر جتنا غیر سنجیدہ رویہ یہاں کے عوام نے اختیار کیا، وہ میرے لیے حیرت کا باعث تھا۔ بات اگر یہیں تک ہوتی تو مجھے کوئی شکایت نہ تھی۔ مجھے نقلی سمجھا گیا، میں سہ گیا، مجھ پر پھبتیاں کسی گئیں، میں نے برداشت کیا۔ مگر ایک چیز سے مجھے بے حد رنج پہنچا۔ آپ خود سوچیں کہ کوئی آپ کا نام لے کر کچھ برا کرے، ضمیر فروشی کرے، ذاتی مفاد کی خاطر حد سے تجاوز کرے تو آپ کو کیسا لگے گا یقیناً آپ اس ظلم کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اس ملک میں بھی عام نزلہ زکام کے بے چارے مریضوں کو میرا نام لے کر لوٹا گیا، میری تشخیص کے لیے بلاضرورت ٹیسٹ کروا کر جیبیں خالی کروائیں گئیں۔ میں شدید مذمّت کرتا ہوں ہر اس فعل کی جو اس ملک میں میرا نام لے کر اپنی چاندنی چمکانے کے لیے کیا گیا۔ میرے نام پر نجی اسپتالوں کی آمدنی میں تیزی سے اضافہ ہوا، نفرت ہو رہی ہے اپنے وجود سے۔ کورونا کے علاوہ دیگر امراض کے مریضوں سے لاپروائی دیکھنے کو ملی۔ یہ میرے لیے قابلِ برداشت نہیں۔ جی تو چاہتا ہے جو میرے نام پر اپنا بزنس کر رہے ہیں، انہی کو چمٹ جاؤں مگر کیا کروں، میں وبا ہوں، انسان نہیں۔ اتنی سفاک نہیں ہوں میں۔ چلو میرا تو کوئی دین ایمان نہیں مگر خود کو ایک اللہ کا بندہ کہنے والوں کو چاہیے اللہ کا بندہ بن کر دکھائیں۔ کچھ تو خدا ترسی کا مظاہرہ کریں۔ کیا ہزاروں جنازے دیکھ کر بھی ان کے ضمیر سوئے رہیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ سب کے سوئے احساسات کو بیدار کر دے۔ اور سب کو ہدایت دے۔ آمین۔
چلتے چلتے ایک بات اور، میں نے یہ تصویر کا ایک رخ دکھایا ہے۔ میرے آنے سے یہاں غریب و امیر دونوں پر جو قیامتِ صغریٰ آئی میں اس سے قطعی انجان نہیں۔ جن لوگوں کی جانیں میری وجہ سے گئیں میں ان کی قدر کرتا ہوں۔

بکرے کی مَیں مَیں

بول کہانی

راجو کا بہادر

ڈاکٹر الماس روحی

سورج نکل آیا۔ فضل دین، جو صبح سویرے کھیت میں ہل چلانے گیا تھا، اب واپس آ چکا تھا اور اب اپنی چہیتی گائیں "بچی" کو کُٹی کھلا رہا تھا۔

بڑے بچے، بانو، راجو اسکول نہیں جا رہے تھے، انھیں اپنے بابا کے ساتھ بقر عید کے لیے بکرا لانا تھا۔ صابراں (ماں) ان سے کہہ رہی تھی: "بانو! تم ننھی کو سلاؤ اور راجو! جاؤ، جانوروں کی دیکھ بھال میں اپنے بابا کا ہاتھ بٹاؤ۔ آج مجھے سر کھجانے کی فرصت نہیں ملے گی۔ پہلے چاول چھڑوں گی، پھر مسالے پیسوں گی، جو میں نے سوکھنے کے لیے دھوپ میں ڈال دیے ہیں، بھئی! بقر عید کو دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔"

بچے جلدی جلدی اپنا اپنا کام کرنے لگے کہ اچانک سردی کی سی سی شروع ہو گئی، سب نے سوئٹر، ٹوپی، موزے چڑھا لیے تھے۔ دادی کا کہنا تھا کہ "کسی بچے کی ناک سے ناک نہ بہنے دو۔ برف کا گولا گنڈا ہر گز نہ کھانے دیا جائے۔"

صبح شام دیسی مرغی کے ابلے ہوئے انڈے سب بچوں کو چھیل چھیل کر دیے جا رہے تھے۔ ایسے میں دادی نے بقر عید سے ذرا پہلے بکرا نہ لانے کا مشورہ دیا تو راجو فوراً بولا۔

"بابا! ہم اپنے بکرے کو سوئٹر، ٹوپی، پہنا دیں گے، گرم گرم انڈے کھلا دیں گے، اس سے اسے سردی نہیں لگے گی۔" راجو کی بات سن کر سب ہنسنے لگے۔ راجو نے ٹُٹ ٹُٹ کرتی مرغیوں کو دانہ ڈالا۔ بانو نے گھر کی صفائی کی۔ فضل دین کے گھر بطخیں، مرغیاں، بھیڑ اور گائیں، بھینس، سب ہی کچھ تھا، لیکن نہ تھا تو ایک بکرا نہ تھا۔ راجو کو بکرا بہت پسند تھا، اس کی "مَیں مَیں" کی آواز اسے اچھی لگتی۔ اس کا خیال تھا کہ بکرے بڑے معصوم ہوتے ہیں، انھیں پکڑ کر گھاس کھلانے لے جایا جا سکتا ہے۔

گاؤں میں جھنگ، لڈن، ساہیوال، گجر اور ضلع ٹوبہ جیسی منڈیوں سے بھیڑ، بکرے، آ چکے تھے۔ وہ بابا کے ہم راہ آخر بکرا لینے چلا گیا۔ گھر کے سارے بچے بابا اور راجو کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ اِدھر بکرا منڈی میں آخر شام ہونے کو تھی۔ ہر طرف "مَیں مَیں" کا شور تھا۔ راجو کو کوئی بکرا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ یوں تو بھانت بھانت کے بکرے تھے، کسی کے لمبے کان اور چھوٹے سینگ، کسی کے لمبے لمبے سینگ اور چھوٹے چھوٹے کان، کوئی چھوٹے بڑے دانت والے، سفید، کالے، کتھئی دو رنگی، چھوٹے بڑے، موٹے پتلے، بکرے سب ہی تھے۔

آخر تھک ہار کر منڈی سے باہر نکلنے کا فضل دین نے جیسے ہی ارادہ کیا تو راجو کی نظر دور کھڑے سفید بکرے پر پڑی، جو قد میں بڑا اور موٹا تازہ تھا، اس کے کان لمبے لمبے تھے اور وہ بھی ٹکر ٹکر راجو کو دیکھے جا رہا تھا، جیسے اسے بھی راجو بہت پسند آ گیا ہو۔ ابا کو بھی بکرا اچھا لگا۔

راجو کا بکرا دانہ اور گھاس مزے مزے سے کھاتا تھا۔ راجو کے ہر بات کے جواب "مَیں، مَیں سے دیتا تھا۔ اتنا خوب صورت بکرا دیکھ کر گاؤں کے لوگ حیران تھے، وہ رات کو باں باں کا راگ سناتا تھا اور دن میں "مَیں مَیں" کرتا رہتا تھا۔ راجو کا بکرا بہت ہوشیار تھا۔ گھاس چرانے جب راجو اسے لے جاتا تو وہ دوسرے بکروں کو ٹکر مارتا تھا، لیکن راجو کو اپنا بکرا تھوڑا سا نادان لگتا تھا۔ وہ راجو کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر سیدھا کھڑا ہو جاتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ماسٹر صاحب کے سامنے شریر بچے سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کبھی وہ بھاگتا، کبھی رکتا، پھر چلتا، ہر چیز غور سے دیکھتا، جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ راجو اماں سے کہتا تھا۔

"اماں! میرا بکرا اگر اسکول جاتا تو جماعت میں اول ضرور آتا، وہ اچھا پڑھتا۔" یہ بات سن کر اماں ابا ہنسنے لگتے۔ راجو کے بکرے کی ٹھوڑی میں بال زیادہ تھے۔ بناوٹ میں وہ ہرن سے ملتا تھا۔ دادای نے اسے بتایا: "کشمیر کے قالین جو دنیا بھر میں مشہور ہیں، وہ بکرے کی نرم رووئں سے بنتے ہیں۔ کمال الدین کا جو بھیڑ ہے، اس کی کھال سے اون، سوئٹر، سردی کی ٹوپیاں بنتی ہیں۔" بابا نے بکرے کو گھاس کھلاتے ہوئے کہا۔

"بکرا بہادر اور نڈر ہوتا ہے اور بکری ڈرپوک اور بڑی بزدل ہوتی ہے۔ پالنے والے کو اس پر بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔"

جیسے جیسے بقر عید کے دن قریب آ رہے تھے، گاؤں کے بچے اداس تھے، انھیں اپنے اپنے جانوروں سے محبت ہو چکی تھی۔ راجو، جس نے اپنے بکرے کو "بہادر" کا خطاب دے رکھا تھا، اس نے بہادر کو قربان ہوتے نہیں دیکھنا تھا۔ اس نے دادی سے پوچھا کہ "قربانی کیوں ضروری ہے؟" دادی اس کی پریشانی بھانپ چکی تھیں، وہ مسکرا کر بولیں۔

"قربانی سنت ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: قربانی، اچھے، صحت مند جانور گائے، اونٹ، بھیڑ اور بکرے کی کرنی چاہیے۔ دُبلا، لاغر، معذور اور بیمار جانور کی قربانی قبول نہیں ہوتی۔ کان کٹ گیا ہو یا دانت ٹوٹ گئے ہوں، ایسے جانور کی قربانی نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی راہ میں اچھی اور پیاری چیز کی قربانی کرنی چاہیے۔ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس کا بہت بڑا اجر ہے۔" راجو کی اداسی ختم ہونے لگی۔

قربانی کے بعد اماں ابا نے بکرے کے گوشت کے تین حصے کیے، راجو کو پھر حیرت ہوئی تو دادی نے اس کے پوچھنے پر بتایا۔

"یہ بھی اللہ کا حکم ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کیے جائیں۔ ایک حصہ خود استعمال کرو، دوسرا عزیز و رشتے داروں کو اور تیسرا حصہ غریبوں میں تقسیم کرو۔"

شام تک اماں ابا سب کے حصے بنا چکے تھے۔ راجو نے خوشی خوشی اپنے بہادر بکرے کا گوشت عزیزوں، رشتے داروں اور غریبوں میں تقسیم کیا۔

لغت:

کُٹی: چارہ
معصوم: سادہ
ٹکر ٹکر: لگاتار/مسلسل
ہوشیار: چالاک
اداس: مایوس
چھڑنا: پھٹنا
بھانت بھانت: طرح طرح
راگ: گانا
نادان: بے وقوف
اجر: ثواب

سرسبز گھر

سلمان یوسف

"ارے آپ، ایک اور پودا لے آئے؟ ہمارا گھر تو اب کسی باغ کا منظر پیش کرنے لگا ہے، قسم قسم کے درخت، پودے، پھول لگے ہوئے ہیں اور آپ ہر دوسرے تیسرے دن ایک نیا پودا لے کر آجاتے ہیں۔ ایک تو گھر بہت چھوٹا ہے، اور ایک آپ کا شوق ہے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا۔ صحن اور کمروں کی چھتوں پر بھی آپ نے گملے رکھے ہوئے ہیں۔" وجاہت کی بیوی عاصمہ شوہر کو نئے پودے کے ساتھ گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر بولی۔

"بیگم! شکر کرو تم سبزے کے بیچ زندگی گزار رہی ہو، ورنہ کئی لوگ سبزے کے لیے ترستے ہیں۔ پتا ہے بیگم! سبزہ زندگی ہے۔ یہ آکسیجن پیدا کرتا ہے، جو سانس لینے کے لیے بہت ضروری ہے۔" وجاہت نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"بس رہنے دیں۔" عاصمہ منہ بنا کر کہنے لگی۔ "گھر میں مہمان وغیرہ آجاتے ہیں، کیا سوچتے ہوں گے وہ ہمارے بارے میں؟ اور ہمارا گھر تو پورے محلے میں "باغ" کے نام سے مشہور ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ گھر کے دروازے پر "باغ ہاؤس" کی تختی آویزاں کردیں۔"

"ہاہاہا۔۔۔" وجاہت ہنس پڑا۔ "آپ ہنس رہے ہیں اور مجھے بہت شرمندگی ہوتی ہے مہمانوں کے سامنے، وہ پورے گھر کو یوں گھور گھور کر دیکھتے ہیں، جیسے ہمارا گھر دنیا کا بہت بڑا عجوبہ ہو۔" عاصمہ نے ابھی بھی منہ بنا رکھا تھا۔

"بیگم! اُن کو بہت خوشی اور سکون محسوس ہوتا ہوگا، تم فکر مت کرو۔ اُن کی آنکھیں درخت، پودے اور پھول دیکھ کر راحت محسوس کرتی ہوں گی۔" وجاہت اُسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

"مہربانی کر کے آپ یہ پودا واپس کر آئیں۔ گھر میں مت لگائیں آخر گھر کو اور کتنا بگاڑیں گے؟" عاصمہ نے کہا۔ "گھر کو بگاڑیں گے؟ ارے بھلی مانس! میں گھر کو سنوار رہا ہوں، درختوں سے نہ صرف ہمیں آکسیجن ملتی ہے بلکہ پرندوں کو گھر بھی ملتے ہیں۔" وہ پھر بیوی کو سمجھانے لگا۔ "اچھا لگا دیں یہ پودا بھی!" عاصمہ یہ کہتے ہوئے کچن میں گھس گئی۔

◆◆◆

وجاہت کو سبزے سے محبت تھی اگرچہ اُس کا گھر چھوٹا تھا۔ مگر سبزے سے پُر تھا۔ سیب، انگور، کیلے، آم، مالٹے، جامن وغیرہ وغیرہ کے درخت اس کے گھر میں لگے ہوئے تھے۔ اس نے چھت کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ اس پر اس نے گملے رکھے ہوئے تھے۔ درختوں پر مختلف پرندوں نے گھونسلے بنائے ہوئے تھے۔ پرندے صبح صبح دانہ دُنکا کی تلاش کو جاتے اور شام کو واپس لوٹ آتے۔ وجاہت کی بیوی اور بچے اس کو روکتے رہتے کہ اور پودے گھر میں مت لگائیں مگر وہ اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور تھا۔ اس نے گھر کو "سرسبز گھر" بنا رکھا تھا۔

◆◆◆

"میری چھوٹی بہن فاطمہ آرہی ہے کل لاہور سے!" عاصمہ نے پریشان ہو کر بتایا۔ "تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے؟" وجاہت نے اُس کے چہرے پر پریشانی کو دیکھ لیا تھا۔ "بات پریشانی والی ہی ہے۔ فاطمہ اور اُس کے بچے ہمارے گھر کو دیکھ کر کیا سوچیں گے!" عاصمہ بہت فکر مند تھی۔

"وہ سوچیں گے کہ یہ گھر کتنا خوب صورت ہے۔ اس میں موجود پھول، پودے، درخت سکون فراہم کرتے ہیں۔" وجاہت نے ہنس کر کہا۔

"جی نہیں! وہ یہ سوچیں گے کہ یہ گھر جنگل ہے اور اس گھر میں رہنے والے جنگلی!" عاصمہ نے فوراً کہا۔ "نہیں بیگم! وہ ایسا ہرگز نہیں سوچیں گے۔ ہم جنگلی تو نظر نہیں آتے نہ ہماری عادات جنگلیوں جیسی ہیں۔ تم خواہ مخواہ ہی پریشان ہوتی ہو۔ اب پریشانی کی لکیریں اپنے چہرے سے مٹا دو۔" وجاہت مسکرا کر بولا۔ مگر عاصمہ کی پیشانی پہ یہ لکیریں کچھ اور گہری ہو گئی تھیں۔

◆◆◆

فاطمہ اور اُس کے بچے جیسے ہی اس "سرسبز گھر" میں داخل ہوئے ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکوں اور سبزے نے اُن کا بھرپور انداز میں استقبال کیا۔ پودے اور درخت اُن کے جسم وجاں کو تازگی بخش رہے تھے۔ "آپا آپ کا گھر بہت اچھا ہے۔ پودے اور درخت دیکھ کر میں تازہ دم ہو گئی ہوں۔ لاہور میں تو میں سبزہ دیکھنے کو ترس گئی تھی، وہاں تو آلودگی ہی آلودگی ہے۔ گاڑیوں کا شور سر میں درد کر دیتا ہے۔ سبزہ کہیں کہیں ہی نظر آتا ہے۔ آپ کا گھر تو سبزے جیسی نعمت سے مالا مال ہے۔ آپ کا گھر، بہت اچھا ہے، بہت اچھا۔۔۔" فاطمہ نے خوشی سے عاصمہ کو بتایا۔

"ہائیں!" عاصمہ نے سر کھجاتے ہوئے سوچا۔

"بالکل خالہ! بہت پیارا گھر ہے آپ کا۔" فاطمہ کی بیٹی اصباح خوشی سے بولی۔

"سچ خالہ!" فاطمہ کا دس سالہ بیٹا معین کہنے لگا۔ "میں آم کے درخت پر چڑھوں گا اور آم توڑ توڑ کر خوب مزے سے کھاؤں گا۔"

"یا اللہ! یہ میں کیا سن رہی ہوں؟" عاصمہ حیران ہو کر سوچنے لگی۔

"مجھے تو لگتا تھا کہ یہ لوگ ہمارے گھر کا مذاق اڑائیں گے مگر یہ تو تعریفیں کیے جا رہے ہیں۔"

"وجاہت بھائی بہت اچھے ہیں، لگتا ہے اُنہیں سبزے سے بہت عشق ہے۔" فاطمہ نے کہا۔ "تم سب بیٹھو، میں ابھی آئی۔" عاصمہ کہہ کر باہر صحن میں نکل آئی اور آم کے پیڑ سے چند آم توڑے، انہیں دھویا، کاٹا اور مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔

"واہ آپا! بہت اچھے آم ہیں۔" فاطمہ آم کے مزے لیتے ہوئے بولی۔

دوپہر کو فاطمہ اور عاصمہ سو گئیں۔ عاصمہ کے بچوں شارق، عبیر اور فاخرہ نے فاطمہ کے بچوں اصباح، معین اور شانزہ کو ساتھ لیا اور صحن میں موجود درختوں کے نیچے کھیلنے لگے۔ معین وقفے وقفے سے آم کے درخت پر چڑھ جاتا اور آم توڑ کر کھانے لگتا اور کچھ اُن کو بھی دے دیتا تھا۔ اُنہیں وہاں بہت مزہ آرہا تھا۔

دوسرے دن فاطمہ اور اُس کے بچوں کی آنکھیں پرندوں کی مختلف آوازوں سے کھلیں۔ وہ پرندوں کی بولیاں سنتے ہوئے لطف اٹھا رہے تھے۔ اُنہوں نے مزے دار ناشتا کیا اور پھل بھی کھائے۔ "آپ کا گھر جنت ہے جنت!" فاطمہ بار بار عاصمہ سے یہی کہے جارہی تھی۔ فاطمہ اور اس کے بچے ایک ہفتہ رہ کر لاہور واپس لوٹ گئے۔ "میں نے تو پہلے ہی کہا تھا، اُنہیں یہاں بہت مزہ آئے گا۔" وجاہت عاصمہ سے کہہ رہا تھا۔

"ہاں میں سوچتی تھی کہ وہ یہاں بہت برا محسوس کریں گے۔" عاصمہ بولی۔

"سبزے کے درمیان کون برا محسوس کرتا ہے؟ لوگ سبزے کے درمیان خوشی محسوس کرتے ہیں خوشی! اُنہیں ہمارے گھر یہ بہت رشک آتا ہے۔ بس تم ہی پریشان ہو جاتی ہو کہ لوگ کیا سوچیں گے؟ لوگ کیا کہیں گے؟ لوگ تو یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا گھر بہت شان دار اور سبزے سے لدا پڑا ہے۔ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ اس گھر کے مکینوں کے مزے ہیں کہ وہ صاف ستھری فضا میں سانس لیتے ہیں۔" وجاہت مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیگم! آج بڑی خوش نظر آرہی ہو! پہلے تو تم پریشان پریشان سی نظر آتی تھیں۔" دوسرے دن وجاہت شام کو گھر لوٹا تو عاصمہ کو خوش دیکھ کر بولا۔

"آج میں درختوں سے پھل توڑ کر غریبوں اور پڑوسیوں میں بانٹ آئی ہوں، اس لیے مجھے خوشی ہو رہی ہے۔" عاصمہ نے خوش کن لہجے میں بتایا۔

"اچھا! یہ تو تم نے بہت اچھا کیا بیگم!" وجاہت بھی خوش ہونے لگا۔

"بیگم! پتا ہے درخت ہمیں کتنا فائدہ دیتے ہیں؟" وجاہت نے پوچھا۔

"جی پتا ہے۔ یہ ہمیں پھل اور آکسیجن مہیا کرتے ہیں۔" عاصمہ نے کہا۔

"صرف پھل اور آکسیجن ہی مہیا نہیں کرتے بلکہ پرندوں کو ٹھکانے بھی فراہم کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں لکڑی ملتی ہے۔ یہ درجۂ حرارت کی شدت کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ علاقوں کی آب و ہوا خوش گوار بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ بارش برسانے کا باعث بھی ہیں۔ ہمیں شہد، گوند اور کھمبیاں بھی فراہم کرتے ہیں۔ سیم و تھور کو کم کرتے ہیں اور یہ تو ہیں دنیاوی فوائد اس کا ثواب بھی ہے۔" وجاہت کہتے کہتے رُکا۔ "کون سا؟" عاصمہ نے بے تابی سے دریافت کیا۔

"ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بھی مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔" (صحیح بخاری) وجاہت حدیث مبارک سنا کر اُسے دیکھے گیا۔ "سبحان اللہ۔۔۔!" عاصمہ نے بے اختیار کہا۔

"دیکھا بیگم! میں پودے لگا کر اس حدیث مبارک پر عمل کرتا ہوں اور اپنا شوق بھی پورا کرتا ہوں۔" وجاہت پُرجوش لہجے میں بولا۔

"میں آپ کو اب کبھی بھی شجر کاری کرنے سے منع نہیں کروں گی کیوں کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ درخت ہمارے لیے صدقۂ جاریہ ہیں۔ ہمارے درختوں کے پھل بہت سے انسانوں اور پرندوں نے کھائے ہوں گے اور ہمیں بہت ساری دُعائیں دی ہوں گی۔" عاصمہ نے بھی پُرجوش انداز میں کہا۔ "یعنی کہ اب آپ کو میرے شوق اور اس "سرسبز گھر" سے کوئی کوفت نہیں!" وجاہت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"بالکل بھی نہیں! اچھا سنیں! کل امرود اور بیری کے دو پودے خرید لائیے گا نرسری سے۔ یہاں جگہ خالی ہے، یہاں پر لگا دیجیے گا۔" عاصمہ جو کل اُسے پودے خریدنے اور لگانے سے روکتی تھی، آج اُس سے پودے خرید کر لانے اور لگانے کا کہہ رہی تھی۔ "ان شاء اللہ ضرور بیگم!" وجاہت نے اپنے "سرسبز گھر" پر نظریں ڈالتے ہوئے ایک نئے جذبے سے کہا تھا۔

گر گر کے بڑے ہوتے ہیں

خدیجہ صدیقی

بچے جب گرا کرتے تو ہماری نانی جان کہا کرتی تھیں:

"رو نہیں میرا بچہ گر گر کے ہی بڑے ہوتے ہیں۔"

بچے سمجھتے ہیں کہ گرنے سے ہمارا قد بڑا ہوتا ہے جب کہ ہمارے بزرگ اس جملے میں کامیابی حاصل کرنے کا گُر بتاتے ہیں کہ بیٹا جب تم گرو گے تب ہی تم آگے بڑھو گے۔

اس لیے جب بھی ناکامی ہو حوصلہ نہیں چھوڑنا چاہیے، ہو سکتا ہے جو ناکامی آپ کو ملی ہے، اللہ پاک نے آپ کے لیے اس سے زیادہ زبردست کامیابی رکھی ہو۔ آیئے دیکھتے ہیں کامیابی کے بارے میں دانشور کیا کہتے ہیں!

- کامیابی کا راستہ دشوار ہے
- ناکام نہ ہونے والے کو کیا خبر کہ کامیابی کیا ہوتی ہے۔
- کامیابی کا مزہ تو ناکامی کے بعد ہی آتا ہے۔
- کامیاب ہونا ہے تو مشکلات سے گھبرانے کی بجائے ان کا سامنا کرنا چاہیے۔
- مشکل کام ان لوگوں کے حصے میں آتا ہے جن میں اسے حل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔
- کامیاب لوگ اپنے مقصد سے سچی لگن رکھتے ہیں۔
- کبھی بھی کامیابی کا نشہ سر نہ چڑھنے دیں اور ناکامی کو دل سے نہ لگائیں۔ آپ کامیاب ہو جائیں گے۔
- ناکامی کو روگ نہیں بنانا چاہیے کیوں کہ یہی تو کامیابی کی سیڑھی ہے۔
- آپ جب سچی لگن کے ساتھ اپنا کام کرتے ہیں کامیابی آپ کا مقدر ٹھہرتی ہے۔

Super Kote® PAINT

ROYALE GROUP

سندھ میں ٹوکن کے بغیر رنگ بنانے والی پہلی اور پاکستان کی دوسری کمپنی

رویال پینٹ (سپر کوٹ)

کراچی کے عوام کو مہنگائی سے نجات دو پینٹ کے تمام ڈبوں سے ٹوکن ختم کرو

"حضراتِ اکابرین سے دعاؤں کی درخواست"

کہ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور رنگ سازوں کے شر سے ہمیں
محفوظ رکھے اور ہم سب کو حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔ آمین

مساجد اور مدارس کے لئے خصوصی رعایت۔

سپر کوٹ اب نئے اور کم دام میں طلب کریں۔

PLASTIC EMULSION		MATT FINISH		STAINLESS	
~~1400~~ Gallon ~~5400~~ Drum	1100 Gallon 4200 Drum	~~2650~~ Gallon ~~10,400~~ Drum	2350 Gallon 9200 Drum	~~2600~~ Gallon ~~10,200~~ Drum	2300 Gallon 9000 Drum
WEATHER SHELTER		**FILLING PUTTY**		**OIL PRIMER SEALER**	
~~2300~~ Gallon ~~9000~~ Drum	2050 Gallon 8000 Drum	~~950~~ Gallon ~~3600~~ Drum	650 Gallon 2400 Drum	~~1950~~ Gallon ~~7600~~ Drum	1650 Gallon 6400 Drum
ENAMEL		**W.BASE PRIMER**		FOR FREE DELIVERY	
~~2550~~ Gallon ~~10,000~~ Drum	2250 Gallon 8800 Drum	~~1750~~ Gallon ~~6800~~ Drum	1450 Gallon 5600 Drum	0335-2967871 0313-2329526	

ٹوکن کی رقم گیلن پر 400 روپے اور ڈرم پر 1600 روپے خریدار کیوں دے؟

Royale Paint Industries (Pvt.) Ltd.

info@superkotepaint.com /superkotepaint www.superkotepaint.com

عقل مند ماریہ

عائشہ تنویر

ماریہ ایک بہت پیاری اور بہت سمجھ دار بچی تھی، جو اپنی دادی کے ساتھ رہتی تھی۔ ماریہ کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ دادی کے سوا اس کا کوئی نہ تھا۔ وہ اپنی دادی سے بہت پیار کرتی ان کا خیال رکھتی، ان کی بات مانتی اور ان کی خوب خدمت کرتی۔ دادی بھی اسے بہت چاہتی تھیں۔ وہ اب بوڑھی اور بیمار ہو گئی تھیں، اب ان کے لیے اٹھنا، بیٹھنا بہت مشکل تھا، اس لیے ماریہ تنہا ہی اسکول جاتی۔

ان ہی دنوں شہر میں بچوں کو اغوا کرنے والا گروپ آ گیا۔ پورے شہر کے لوگ پریشان ہو گئے۔ پہلے جو بچے سڑکوں پر کھیلتے، اب ان کی مائیں انہیں نکلنے بھی نہیں دے رہی تھیں۔ بچے گھر میں بند رہ رہ کے بے زار ہونے لگے تھے۔

ماریہ نے تنگ آ کر ایک روز اپنی دادی سے پوچھا۔ "دادی آپ مجھے باہر کھیلنے کیوں نہیں دیتیں؟۔"

دادی نے ماریہ کو بلایا اور پاس بٹھا کر پیار سے بولیں

"ماریہ تمہیں پتا ہے آج کل کچھ بُرے لوگ شہر میں آ گئے ہیں، جو بچوں کو اغوا کرتے ہیں؟"

"دادی یہ اغوا کیا ہوتا ہے؟" ماریہ نے معصومیت سے پوچھا۔

"بیٹا! غلط قسم کے لوگ بچوں کو ان کے گھر والوں سے چھپا کر دور لے جاتے ہیں، ان سے کام کرواتے ہیں، بھیک منگواتے ہیں، مارتے ہیں اور کھانے کو بھی نہیں دیتے۔" دادی نے جواب دیا۔

"تو بچے ان کے ساتھ جاتے ہی کیوں ہیں؟ میں تو کبھی اپنا گھر چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہ جاؤں" ماریہ نے حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ بہت بُرے لوگ ہوتے ہیں۔ بچوں کو زبردستی پکڑ کر بے ہوش کر کے لے جاتے ہیں۔ کبھی بچوں کو جھولوں یا کھلونوں کا لالچ دے کر لے جاتے ہیں۔ اسی لیے کبھی کسی اجنبی سے بات نہ کرو، اگر وہ کوئی کھانے کی چیز، کھلونا کچھ بھی دے، نہ لو، بلکہ زمین سے گرا ہوا بھی نہ اٹھاؤ، سب سے فاصلے پر رہو، کسی سے بے تکلف نہ ہو۔ اکیلے کسی کے ساتھ کہیں نہ جاؤ، چاہے دکان والے انکل بھی کہیں کہ دکان کے اندر آؤ لیکن آپ ہرگز نہ جاؤ بلکہ ایسی جگہ سے فوراً بھاگ کر گھر آؤ، اگر کوئی زبردستی پکڑنے کی کوشش کرے تو شور مچا دو تاکہ روڈ پر موجود لوگ آپ کی مدد کریں۔"

دادی نے ماریہ کو تفصیل سے سمجھایا، وہ جانتی تھیں، ماریہ بہت سمجھ دار ہے، وہ توجہ سے ان کی بات سنتی اور اس پر عمل کرتی تھی۔

"دادی آپ نے دکان دار انکل کا کیوں کہا، وہ تو مجھے جانتے ہیں، میں آپ کے ساتھ سودا لینے جاتی ہوں۔ وہ بھی بُرے ہیں کیا؟" ماریہ کا ننھا سا ذہن الجھ گیا تھا۔

"بیٹا، کبھی کبھار شیطان کسی کے دل میں بُرے خیال ڈال کر اس سے غلطی کروا دیتا ہے۔ جیسے آپ نے اس دن غلطی سے جھوٹ بول دیا تھا۔ اس لیے چاہے سیپارہ پڑھانے والے قاری صاحب ہوں، دکان دار انکل یا ٹیوشن ٹیچر آپ نے کبھی اکیلے کسی کے پاس ہرگز نہیں جانا۔ چاہے آپ اسے جانتی بھی ہوں۔" دادی نے سمجھایا۔

"جی دادی! ہماری ٹیچر نے بھی بتایا تھا کہ گندے لوگ کھانے کی چیز میں بے ہوشی کی دوا ملا دیتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاپا کا دوست ہوں یا کوئی آنٹی ممی کی فرینڈ بن جاتی ہیں، لیکن ہوتی نہیں۔ اب ہم کیا کریں ہمیں تو پتا ہی نہیں چلے گا" ماریہ دادی کو بتاتے ہوئے پریشان ہو گئی تھی۔

"نہیں بیٹا! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اسی لیے تو میں نے آپ کو کہا کہ آپ کو کسی کے پاس اور کسی کے ساتھ کہیں نہیں جانا چاہیے وہ کوئی رشتے دار ہو یا ممی، پاپا کا دوست ہو۔ اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آپ کو گھر سے نکلنے کی دعا یاد ہے نا!

بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

آپ گھر اور اسکول سے نکلتے ہوئے دعا ضرور پڑھو۔ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ آپ کی حفاظت کے لیے ساتھ کر دیں گے۔ پھر آپ کو کوئی مسئلہ نہیں۔ جتنی دعائیں یاد ہوں انہیں پڑھتے رہنا بہت اچھا ہوتا ہے"

دادی نے پیار سے تسلی دی تو ماریہ مطمئن ہو گئی۔

"اور ہاں آپ کی عفت آنٹی اب روز آپ کو اور بینا کو چھوڑنے اور لینے اسکول جایا کریں گی، آپ لوگ ساتھ ساتھ رہنا، ادھر ادھر مت بھاگنا اور ان کے سوا کسی اور کے ساتھ نہیں آنا"

دادی کو اچانک یاد آیا تو بتایا، عفت آنٹی ان کے برابر والے گھر میں رہتی تھیں۔ ان کی بیٹی بینا اس کی دوست اور کلاس فیلو تھی۔ ماریہ خوش ہو گئی تھی۔

اب روزانہ عفت آنٹی لانے لے جانے لگیں۔ ایک دن ان کی طبیعت خراب تھی، امتحان کی وجہ سے وہ دونوں چھٹی تو کر نہیں سکتی تھیں، اس لیے خود ہی اسکول آ گئیں۔ واپسی میں وہ دونوں تیز تیز چلتی گھر کی طرف جا رہی تھیں کہ اچانک ماریہ کے جوتے کا تسمہ کھل گیا، وہ اس میں الجھ کر گرتے گرتے بچی۔ یہ ایک سنسان گلی تھی۔ وہ گلی کی دیوار کے ساتھ بنی کیاری کے کونے پر پاؤں رکھ کر تسمہ باندھنے لگی۔ کونے میں ہونے بقیہ ص 37 پر

یہی تو ہے مقابلہ

سویرا فلک

جب سے یاسر نے سنا تھا کہ اس کا اسلام آباد والا کزن اپنے ابو کے تبادلے کی وجہ سے کراچی آرہا ہے اور اب اسی کے اسکول میں داخلہ لینے والا ہے، وہ بہت خوش تھا کیوں کہ کراچی میں رہنے والے یاسر کے خالہ زاد اس سے عمر میں کافی بڑے اور پھوپھی زاد عمر میں خاصے چھوٹے تھے۔ ایسے میں اپنے ہم عمر چچازاد کی آمد کا سن کر وہ بہت خوش تھا۔ اس لیے اس نے حارث کا بہت جوش وخروش سے استقبال کیا۔ رات کے کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں لے کر آیا۔ اپنے کھلونے اور کتابیں دکھائیں۔ پھر دوسرے دن اسکول میں اسے اپنے ایک ایک دوست اور استاد سے بڑھ چڑھ کر ملوایا۔ حارث شروع شروع میں تھوڑا خاموش اور چپ چپ تھا مگر پھر جلد ہی سب میں گھل مل گیا۔ یاسر اور اس کے دوستوں نے اس کا کام مکمل کروانے میں بھی اس کی مدد کی۔ چند ہی دنوں میں حارث کی نہ صرف یاسر اور اس کے دوستوں بلکہ تقریباً پورے اسکول کے طلبہ سے دوستی ہو گئی۔ وہ خوب باتونی تھا۔ قصے کہانیوں کی اس کے پاس کوئی کمی نہ تھی۔ وہ اس فن سے سامنے والے کو اپنی باتیں بتاتا کہ سب پہلے حیرت سے اس کی باتیں سنتے اور پھر اسے داد دیتے، واہ واہ کرتے۔ حارث بہت خوش تھا کیوں کہ سب اس کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ لیکن جانے کیوں اب یاسر پہلے جیسا خوش نہ تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ حارث کے آنے کے بعد اب اس کے دوست اس کے نہ رہے تھے، خود حارث بھی یاسر سے زیادہ دوسروں میں مگن رہتا تھا، کیوں کہ یاسر فطرتاً خاموش مزاج تھا اور اب تو ہر وقت دوسروں سے حارث کی تعریفیں سن کر وہ شدید احساس کمتری کا شکار ہو کر تنہائی پسند ہو رہا تھا۔ کوئی کہتا "یار حارث کی گھڑی کس قدر مہنگی ہے اس کے ابو نے لندن سے منگوا کر دی ہے۔"

"کوئی اس کے امریکن جوتوں کی تعریف کرتا تو کوئی اس کے فیئر ویل میں پہنے گئے ڈیزائنر سوٹ کی اور کوئی اس کے جدید موبائل کے گن گاتا۔"

یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ حارث کا تعلق ایک امیر گھرانے سے تھا جب کہ یاسر متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اب یاسر کو محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کا اور حارث کا کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ ہر لحاظ سے اس سے برتر ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اسے پسند کرتے ہیں۔ اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ اس لیے اب وہ خود آہستہ آہستہ حارث سے دور ہونے لگا۔ حارث کو ویسے بھی اس کی پروانہ تھی، کیوں کہ اس کے پاس ان چیزوں پر دھیان دینے کا وقت نہیں تھا۔ وہ صرف اپنی مقبولیت بڑھانے کے طریقوں پر وقت لگاتا تھا۔ جیسے آن لائن مہنگے ملبوسات اور موبائل وغیرہ خریدنا۔ دوستوں کو بہانے بہانے سے وقت بے وقت مہنگے ہوٹلوں میں ٹریٹ دینا، گھومنا پھرنا اور واہ واہ وصول کرنا۔

یاسر اب اپنا فارغ وقت گھر میں ہی گزارتا یا ٹی وی پر اسپورٹس چینل دیکھتا، جاسوسی کہانیاں پڑھتا یا پھر موبائل میں گیم کھیلتا رہتا۔ اس دن بھی وہ ہوم ورک سے فارغ ہو کر پرانا کرکٹ میچ دیکھ رہا تھا کہ امی نے اسے کچھ پیسے دیے اور کہا کہ بازار سے کچھ سودا لے آئے۔ اس نے ٹی وی بند کیا اور سودا لینے نکل گیا۔ ابھی وہ گھر کی گلی کے کونے تک پہنچا ہی تھا کہ اس کے پرانے دوست نظر آگئے۔ وہ اشارے سے سلام کر کے آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ ان میں سے ایک نے آواز لگائی۔ "کیا بات ہے بھائی، تم تو ہمیں لفٹ ہی نہیں کراتے۔" وہ کہنے ہی والا تھا کہ میں لفٹ نہیں کراتا یا تم لوگ مجھے بھول کر حارث میں گم ہو گئے ہو۔ مگر پھر ایک خیال نے اسے روک دیا، نہیں یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ حارث سے جلتا ہے یا حسد کرتا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ سر جھٹک کر آگے بڑھنے کو تھا کہ دوسری آواز نے اسے قدم روکنے پر مجبور کر دیا۔

"یار تم تو مجھے حارث کے کزن لگتے ہی نہیں ہو۔ کہاں وہ اتنا شوخ و چنچل، اسٹائلش اور کہاں تم روکھے پھیکے۔"

"ہاں اور حارث کیا ہی دل والا بندہ ہے، دوستوں پر جان چھڑکنے والا۔ ابھی مہینا بھر ہی ہوا ہے دوستی ہوئے پھر بھی کیا عیش کراتا ہے، کبھی پزا پارٹی، کبھی برگر پارٹی اور ایک تم اسی کے کزن ہو کر کبھی آئس کریم تک نہیں پوچھا۔" ایک آواز آئی۔

"ہاں یار دل والا بندہ ہے حارث او بھائی کچھ سیکھ لے اپنے کزن سے۔ لفٹ کرا دے دوستوں کو۔ اس خاموشی اور کنجوسی سے تو دوست کھو دے گا اپنے، تمہارہ جائے گا۔" تیسرے لڑکے نے بھی آواز لگائی۔

ایک ایک بات یاسر کے دل میں تیر کی طرح لگی۔ اس نے مٹھی بھینچی تو ہزار کا کرارا نوٹ اس کا خون گرما گیا۔ دل سے آواز آئی کہ آج ہی موقع ہے حارث پر اپنی برتری ثابت کرنے کا۔ اب تو عزت پر بات آگئی ہے۔ خود اس کے ساتھ اس کے گھر کی عزت کا بھی سوال ہے، آج ثابت کروں گا کہ وہ کسی طرح بھی حارث سے کم نہیں۔" یہ سوچ آتے ہی پہلے تو یاسر اپنی سمجھ داری پر مسکرایا پھر بولا۔ "ارے یار تم دوستوں کے بغیر زندگی بھی بھلا کوئی زندگی ہے وہ تو گھر میں کچھ کام ہو رہا تھا تو میں مصروف تھا۔ چلو آج میں تمہیں پارٹی کرواتا ہوں، تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے کہ کس سخی سے پالا پڑا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے دوستوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور سڑک پار بنی برگر شاپ پر لے گیا۔ وہ ڈیل منگوا کر اس نے اور چار دوستوں نے خوب مزے کیے، ساتھ میں یاسر نے حارث کی طرح خوب باتیں کیں۔ اس کے دوست خوش تھے اور بات بے بات قہقہے لگا رہے تھے۔

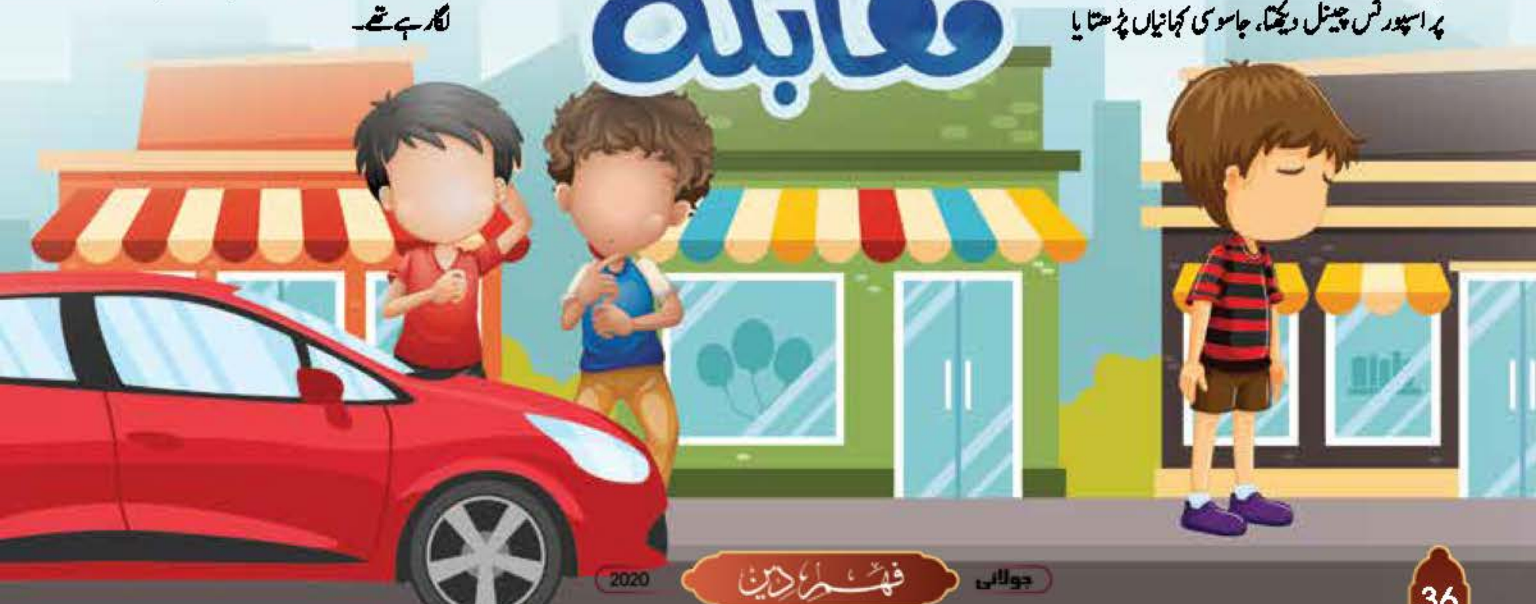

پارٹی ختم ہونے پر دوست گھر چلے گئے یاسر خوش تھا کہ بڑے عرصے بعد اس نے دوستوں کے ساتھ بھرپور وقت گزارا پھر اس نے جنرل اسٹور کی طرف قدم بڑھائے۔ سامان لیا۔ جب پیسے دینے کا وقت آیا تو یاسر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ آدھی سے زیادہ رقم خرچ کر چکا تھا۔ اس نے بچے ہوئے پیسوں میں جتنا سامان آسکتا تھا لیا اور گھر کی طرف قدم بڑھ دیے۔ گھر آکر امی کے سامنے سودا رکھا تو امی غصے سے پھٹ پڑیں۔

"اب آئے ہو تم، دو گھنٹے بعد، مہمانوں کے آنے میں آدھا گھنٹا رہ گیا ہے۔ میں کیسے تیاری کروں گی اور یہ کیا تم سودا بھی پورا نہیں لائے۔"

"و۔۔ وہ۔۔۔ وہ امی پیسے گر گئے تھے، جیب پھٹی ہوئی تھی، مجھے پتا نہیں چلا۔ ڈھونڈنے میں دیر ہو گئی۔ یاسر نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا تو اس کے آنکھیں چرانے اور اٹکتے لہجے پر امی کو شک تو ہوا کہ کہیں وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہو مگر پھر انہیں خیال آیا کہ یاسر ایک ذمہ دار لڑکا ہے اور ایسا پہلی بار ہوا ہے تو شاید واقعی اس کے ساتھ یہ حادثہ ہوا ہو۔ سو انہوں نے "تعوذ" پڑھ کر اپنا غصہ ختم کیا اور خاموشی سے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اپنے سامنے سے ہٹ جانے کو کہا تو یاسر نے بھاگنے میں ہی عافیت جانی اور کمرے میں جا کر لیٹ گیا، آنکھیں بند کیں تو دوستوں کی واہ واہ پھر یاد آئی اور اس کا دل اپنی کامیابی پر خوشی سے بھر گیا مگر پھر ایک دم امی سے جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے کا خیال آیا تو دل افسردہ ہونے لگا تو اس نے ٹی وی کھول کر اسپورٹس چینل لگا لیا۔

رات میں نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر ابو نے اسے اپنے ساتھ قریبی پارک میں چلنے کو کہا تو پہلے تو یاسر چونک گیا کیوں کہ یہ وقت تو ابو کے مطالعے کا تھا۔ اس وقت وہ روزانہ اپنی لائبریری میں ہوتے ہیں۔ شام والے واقعے کی وجہ سے وہ یہ تو سمجھ گیا تھا کہ ابو اس سے اسی بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں اور ہوا بھی یہی۔ ابو اور وہ گھاس پر بیٹھے تو ابو نے اس سے شام والے واقعے کی تفصیل پوچھی تو اس نے وہی سب کہا، جو وہ پہلے امی سے کہہ چکا تھا مگر ابو نے امی کی طرح اس کی بات پر یقین نہیں کیا کیوں کہ ان کے پاس ایک ایسی اطلاع تھی، جس کے بعد یاسر کے پاس مزید کسی جھوٹ کی گنجائش نہیں تھی۔ انہوں نے اسے بتایا کہ انہیں نماز کے بعد اس کے دوست سلیم کے ابو ملے جو تھوڑے ہنسی مذاق والی عادت کے تھے۔ انہوں نے ابو کو ہنستے ہوئے کہا کہ بھئی لگتا ہے آپ کو بونس وغیرہ ملا ہے یاسر خوب ٹریٹ دے رہا ہے اپنے دوستوں کو، کچھ آپ بھی سخاوت دکھایئے ہم دوستوں کو مٹھائی ہی کھلا دیجیے۔"

یاسر کا دل چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں دفن ہو جائے اس نے پہلی دفعہ امی ابو سے جھوٹ بولا۔ وہ بہت شرمندہ تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں ایسے میں ابو نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"میرا بیٹا میرا اچھا دوست بھی ہے اور دوستوں سے تو دل کی ہر بات کہہ دیتے ہیں۔ ان کی محبت اور دلاسے نے یاسر میں ہمت پیدا کی اور اس نے شروع سے لے کر آخر تک ساری بات ابو کو بتا دی۔ ابو نے ساری بات مکمل توجہ سے سنی اور پھر یاسر کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولے۔

"بیٹا مقابلہ جہاں اچھی چیز ہے، وہیں بری چیز بھی ہے۔ جیسے تم نے سنا ہو گا کہ ہر چیز کا فائدہ بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ اب یہ انسان پر ہے کہ وہ اسے کیسے استعمال کرتا ہے جیسے انٹرنیٹ کو کچھ لوگ معلومات کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں تو کچھ اوٹ پٹانگ ویڈیوز دیکھنے کے لیے۔ اسی طرح ہیئر اسٹائل اور کپڑوں کا مقابلہ یا سائیکل اور موٹر سائیکلوں کا مقابلہ، ہوٹل بازی کر کے سخاوت کے نام پر فضول خرچی کا مقابلہ سب شیطانی مقابلے ہیں اس کے برعکس اچھی لکھائی، امتحان میں اچھے نمبر لانے، میچ جیتنے، دوستوں کی بڑھ چڑھ کر مدد کرنے، دینی معاملات کی پیروی کرنے، فرض کے ساتھ نفل نمازوں، روزوں اور صدقہ دینے میں مقابلہ کرنے میں دین و دنیا دونوں میں عزت بھی ہے اور کامیابی بھی۔"

"شکریہ ابو! آپ نے بہت اچھے طریقے سے میری رہنمائی کی۔ میں کوشش کروں گا کہ ہر چیز میں مثبت اور روشن پہلو کو اہمیت دوں گا۔ مثبت مقابلوں میں کامیابی کے لیے محنت کروں گا۔"

"شاباش بیٹا! مجھے تم سے یہی توقع تھی۔ اسی بات پر میں تمہیں ایک نظم سناتا ہوں جو مجھے تمہارے دادا جان سناتے تھے۔ ابو نے کہا تو یاسر غور سے نظم سننے لگا۔

یہ زندگی سوال ہے
سوال سے فرار کیوں؟
فرار تو محال ہے
قدم بڑھا، جواب لا
یہی تو ہے مقابلہ
یہ زندگی ہے امتحاں
امتحان تو پیش کر
عمل کا، عزم کا نشان
جہاد کا نصاب لا
یہی تو ہے مقابلہ
یہ زندگی ہے ایک چمن
چمن میں خار ہیں مگر
گلوں کی دل میں رکھ لگن

خیال میں گلاب لا
یہی تو ہے مقابلہ
یہ زندگی تو آس ہے
اگر ہے آس ٹوٹتی
تو ہوتا کیوں اداس ہے
تو پھر سے تازہ خواب لا
یہی تو ہے مقابلہ
یہ زندگی عجیب ہے
نہیں ہے دل میں روشنی
تو پھر بہت غریب ہے
کہیں سے آب و تاب لا
یہی تو ہے مقابلہ

بقیہ
عقلمند ماریہ

کی وجہ سے وہ نظروں سے اوجھل تھی کہ اچانک ایک گاڑی آئی اور گلی کے درمیان میں کھڑی بینا کو گاڑی میں بیٹھے لوگوں نے زبردستی پکڑ کر گاڑی میں ڈال لیا۔ بینا چیخنا چاہتی تھی لیکن انہوں نے رومال اس کی ناک پر لگایا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ رومال پر یقیناً بے ہوشی کی دوا لگی تھی۔ ماریہ کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ گاڑی بھگا کر لے گئے۔ ماریہ کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے۔ اگر وہ گاڑی کے پیچھے بھاگتی یا چیختی تو بھی اس ویران، خالی گلی میں اس کی مدد کو کوئی نہ تھا بلکہ وہ لوگ اسے بھی پکڑ لیتے، وہ بھی ایک چھوٹی سی بچی ہی تو تھی۔ اس لیے ماریہ نے چیخنے کی بجائے گاڑی کا رنگ اور نمبر وغیرہ یاد کرنے پر دھیان دیا۔ گاڑی کے جاتے ہی وہ گھر کی طرف بھاگی تھی۔ بھاگتے بھاگتے اسے یاد آرہا تھا کہ اسکول سے نکلتے ہوئے بینا دوستوں سے بات کر رہی تھی اور اس نے باہر نکلنے کی دعا نہیں پڑھی تھی۔ بھاگ بھاگ کر وہ عفت آنٹی کے گھر پہنچی۔ انہیں سارا واقعہ بتایا اور گاڑی کا نمبر اور کلر وغیرہ بھی۔

عفت آنٹی بہت پریشان ہو گئی تھیں۔ انہوں نے بینا کے ابو کو فون کیا اور تفصیل بتائی۔ وہ فوراً پولیس کی مدد حاصل کرنے گئے۔ چوں کہ گاڑی کا نمبر اور کلر وغیرہ معلوم تھا، اس لیے پولیس نے فوراً ناکا بندی کر لی۔ ساری چیک پوسٹوں پر اطلاع دے دی گئی۔ شام تک اغوا کرنے والے پکڑے گئے اور ان سے بینا اور بہت سے بچے برآمد کر لیے گئے۔ سب نے ماریہ کی بہت تعریف کی کہ اتنی سی بچی نے اتنے خوف میں بھی خود کو بچایا اور عقل مندی سے کام لے کر اتنے بچوں کی مدد کی۔ ماریہ بھی بہت خوش تھی۔ سب بچوں کے ملنے پر۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی حفاظت اس کے فرشتے نے کی تھی، جسے وہ آیت الکرسی اور دعا پڑھ کر ساتھ رکھتی تھی۔ اس نے اللہ کا بہت شکر ادا کیا۔

سمندری بگلا

فوزیہ خلیل

آج ساری طالبات چڑیا گھر گھومنے کے لیے آئی ہوئی تھیں۔ بہت مزہ آرہا تھا بچیاں گھوم پھر کر نئے نئے جانور دیکھ رہی تھیں۔

"ارے سارہ اِدھر دیکھو، یہ پانی میں کیسا پرندہ ہے۔" مسفرہ نے سارہ کو پکارا تو وہ دوڑ کر اُدھر آگئی۔

واقعی وہ ایک بڑا اور خوب صورت پرندہ تھا۔ سرمئی، سفید اور کالے رنگ کا۔ وہ پانی میں سے تازہ مچھلیاں پکڑ پکڑ کر کھا رہا تھا۔

سارہ اور مسفرہ کی دیکھا دیکھی باقی طالبات بھی وہیں آکر کھڑی ہو گئیں۔

"کتنا خوب صورت پرندہ ہے نا!" خدیجہ بولی۔

"ہاں۔ یہ سمندری بگلا ہے۔ جو یہاں مصنوعی جھیل میں پالے گئے ہیں۔" عمیرہ نے فوراً کہا۔ مس اسما بھی بچیوں کے پاس آکر کھڑی ہو گئیں۔

"ہاں بچیوں! یہ بگلا ہے۔ یہ تقریباً تمام براعظموں کے ساحلی علاقوں میں پایا جاتا ہے اور تازہ مچھلیاں پکڑ کر کھانے میں مشہور ہے۔" مس اسما بولیں۔

"مس یہ صرف مچھلیاں ہی کھاتا ہے۔"

"نہیں بیٹی۔ یہ سمندر سے تازہ مچھلیوں کے علاوہ کیکڑے، ٹڈے، گھونگے اور رینگنے والے کیڑے مکوڑے بھی کھاتا ہے۔ بلکہ اکثر دوسرے بگلوں کے گھونسلے سے انڈے بھی کھا جاتا ہے۔" مس اسما نے جواب دیا۔

"مس میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا بعض اوقات کچھ نہ ملنے کی صورت میں یہ مرے ہوئے جانوروں اور پرندوں کا گوشت کھا کر بھی گزارا کر لیتا ہے۔" علینہ نے فوراً کہا۔

"ہاں اور ایک بات یہ پنجوں کی مدد سے مٹی کو ہلاتا ہے تو کیچوا نیچے سے مٹی کی سطح پر آجاتا ہے اور پھر یہ اُس کا شکار کر لیتا ہے۔" منیبہ نے کہا۔

"شاباش بچیوں! آپ کو تو کافی معلومات ہیں۔" مس اسما خوش ہو کر بولیں۔ بچیاں دائرہ بنا کر جھیل کے گرد کھڑی تھیں اور اس کی ہر ہر حرکت غور سے دیکھ رہی تھیں۔

"مس، بگلے کی غذا کا تو تذکرہ ہو گیا، یہ پیتا کیا ہے؟"

"دیکھو بیٹی سمندری بگلا تازہ اور نمکین دونوں پانی باآسانی پی سکتا ہے جو کہ دوسرے بہت سے جانور نہیں کر سکتے۔"

"مس۔ کیا یہ اُڑ بھی سکتا ہے؟ دوسرے پرندوں کی طرح۔" یہ منزہ کا سوال تھا جو کہ کافی دیر سے بگلے کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں منزہ بیٹی۔ یہ کافی دیر تک اُڑ سکتا ہے۔ مچھلیوں کی تلاش میں پانی پر اُڑتے ہوئے ساحل سے بہت دور تک نکل جاتا ہے۔ مگر یہ زیادہ اونچی اڑان نہیں بھرتا۔ سنا ہے یہ زیادہ سے زیادہ پچاس فٹ کی اونچائی تک اُڑ سکتا ہے۔"

"مس میں ایک بات سوچ رہی تھی۔" زارا کی آواز اُبھری۔ "مس یہ ساحل پر رہتے ہیں تو ان کو اپنا گھر یعنی گھونسلا بنانے کی ضرورت بھی پیش آتی ہو گی، جیسا کہ دیگر پرندے اپنے اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔"

"اس کا جواب میں دیتی ہوں۔" علینہ نے فوراً کہا اور مس اسما کی اجازت پاتے ہی بولی۔ "سمندری بگلے کی زیادہ تر اقسام زمین پر مٹی میں جگہ بنا کر گھاس، درخت کی ٹہنیوں اور بڑے بڑے پتوں کی مدد سے گھونسلا بناتی ہیں البتہ اس کی کچھ قسمیں تنکوں اور گھاس کی مدد سے پہاڑی چٹانوں پر بھی گھونسلے بناتی ہیں۔"

مس اسما مسکرانے لگیں۔ "شاباش میری جماعت کی بچیوں کو ماشآءاللہ خوب پڑھنے کا اور معلومات بڑھانے کا شوق ہے۔ یہ نصاب کے علاوہ غیر نصابی کتب بھی شوق سے پڑھتی ہیں۔ اچھا اس پرندے کے انڈوں کے بارے میں کون بتائے گا۔"

"میں بتاتی ہوں۔" زرقہ نے کہا۔ "بگلے کی مادہ ایک وقت میں دو سے پانچ انڈے دیتی ہے ان انڈوں پر بھورے یا کالے دھبے ہوتے ہیں۔ پرندے کو جوان ہونے میں تین سے چار سال لگتے ہیں اور اس کی عمر 30 سے 50 سال ہوتی ہے۔"

"مس اس کے پر کہیں سے سفید ہیں اور کہیں سے کالے ہیں۔"

"ہاں بیٹی اس کا جسم سفید پروں سے ڈھکا ہوا ہوتا ہے لیکن جن پروں سے یہ اُڑان بھرتا ہے یعنی اڑنے والے پر عموماً کالے ہوتے ہیں۔ اس پرندے کے پر عموماً لمبے ہوتے ہیں جبکہ اس کی کچھ قسموں میں گردن لمبی ہوتی ہے۔ چونچ کا رنگ عموماً پیلا ہوتا ہے۔ اس کے پروں کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ یہ پانی پر باآسانی تیر سکتا ہے۔" مس اسما نے تفصیل سے بتایا۔

"ایک بات پوچھنی ہے۔" حائقہ نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔ "مس اس کی ٹانگیں بہت باریک کیوں ہوتی ہیں؟ پتلی پتلی سی۔"

"اس کی ٹانگیں باریک، پتلی ضرور ہیں مگر مضبوط ہوتی ہیں۔ طاقت ور پنجے ہوتے ہیں اور یہ طاقت ور پنجے اسے ہر طرح کی سخت اور نرم مٹی والی زمین پر چلنے میں مدد دیتے ہیں۔"

تمام طالبات بگلے سے متعلق گفتگو بہت ہی شوق اور دل چسپی سے سن رہی تھیں ساتھ ہی ساتھ بگلوں کو دیکھ بھی رہی تھیں۔

"اور ایک آخری بات" مس اسما نے بلند آواز میں کہا۔ "بگلوں کے بارے میں ایک بات مشہور ہے کہ یہ اپنے ارد گرد ہونے والے واقعات یاد رکھتا ہے۔"

"یہ سب ہمارے رب کے کرشمے ہیں۔ کیا کیا کچھ پیدا فرمایا ہے اُس نے۔" زرقہ بول اُٹھی۔

"بے شک"

"بے شک"

"چلیے طالبات آپ کی بس آچکی ہے۔ سب طالبات بس کی سمت روانہ ہو جایئے۔ 15 منٹ میں بس واپسی کے لیے نکل جائے گی۔"

تمام طالبات چڑیا گھر کے گیٹ کی طرف قطار میں روانہ ہو گئیں۔

بچوں کے فن پارے

عفرا نور، 6سال، روضۃ السلام کراچی

خزیمہ قدیر ہفتم آر جے میموریل اسکول کراچی

دعا فاطمہ ، ہفتم ، آدم جی گرامر اسکول کراچی

بریرہ جاوید ۔پنجم راول پنڈی

محمد سائح علی شعبہ حفظ جامعہ بیت السلام کراچی

بادیہ نعمان نرسری روضۃ السلام

حافظ محمد ابو بکر بن کامران ۱۱ سال

ماہنامہ فہم دین

جولائی 2020ء کے سوالات

سوال نمبر1- کرمو بابا کون تھے؟

سوال نمبر2- سالار کو پیسے کس لیے چاہیے تھے؟

سوال نمبر 3- اسامہ کے بھائی کے برے حالات کیوں ہوئے؟

سوال نمبر4- سعدیہ بیگم نے اے سی کس خوف سے نہیں لگوایا؟

سوال 5- مسجد اجابہ کو اور کونسی مسجد کہا جاتا ہے؟

پیارے بچو!

وضو کے فضائل تو یقیناً آپ کو معلوم ہوں گے، جو شخص نماز کے لیے اچھی طرح وضو کرے۔ قیامت کے دن اس کے وضو میں دھوئے جانے والے اعضاء روشن اور چمک دار ہوں گے۔ نماز ادا کرنے اور تلاوت قرآن کے لیے تو آپ یقیناً وضو کرتے ہوں گے لیکن کیا آپ رات کو سونے سے پہلے بھی وضو کرتے ہیں؟؟؟ اگر نہیں کرتے اور آپ کو سوتے وقت وضو کا سن کر کچھ حیرت سی ہو رہی ہے تو اس سلسلے میں ہم ایک حدیث آپ کو سنا رہے ہیں۔ لیجیے سنیے!

"جو شخص رات کو وضو کر کے سوئے ذکر واذکار کر کے سوئے یہ اللہ کا اتنا محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ رب العزت اس کی حفاظت کے لیے آسمانوں سے ایک فرشتہ بھجوا دیتے ہیں۔ وہ فرشتہ اس کے بستر میں رات گزارتا ہے۔ یہ کروٹیں بدلتا ہے لیکن فرشتہ ساری رات کے لیے دعاؤں میں مگن رہتا ہے۔"

دیکھا پیارے بچو! وضو کر کے سونے کی فضیلت۔

امید ہے یہ پڑھنے کے بعد پیارے بچے بھی باوضو ہو کر سونے کا عزم وارادہ کریں گے۔

کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ!!!

مارچ 2020ء کے سوالات کے جوابات

جواب نمبر1: گھڑی کی سیکنڈ کی سوئی کی مستقل مزاجی دیکھ کر

جواب نمبر2: دو مہینے کی چھٹیوں کی وجہ سے

جواب نمبر3: تتلی نے

جواب نمبر4: مون خرگوش

جواب نمبر5: پالی

مارچ 2020ء کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

- عبد الاحد حیدر آباد
- فہیمہ نسیم کراچی،
- ساجد محمود لاہور

ان تینوں میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہ نامہ فہم دین مبارک ہو

پیارے بچو!

- انعامی سوالات کے جوابات یا اپنے فن پارے آپ ڈاک سے بھی بھیج سکتے ہیں، ای میل بھی کر سکتے ہیں اور دیے گئے نمبر پر وٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔
- سوالات کے جوابات ہوں، یا پیارا سا فن پارہ اس پر اپنا نام، عمر، پتا، کلاس، اسکول / مدرسے کا نام اور رابطے کے لیے فون نمبر ضرور لکھیں۔
- اس صفحے پر پوچھے جانے والے سوالات کے جوابات تین شمارے چھوڑ کر چوتھے شمارے میں شائع کیے جاتے ہیں۔

وٹس ایپ کے لیے نمبر نوٹ کر لیں: 0316 2339088

PERVAIZ UMAR
ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

اُستادِ محترم کو میرا سلام کہنا

احمد حاطب صدیقی

کتنی محبتوں سے پہلا سبق پڑھایا
میں کچھ نہ جانتا تھا سب کچھ مجھے سکھایا
اَن پڑھ تھا اور جاہل، قابِل مجھے بنایا
دُنیائے علم و دانش کا راستہ دِکھایا
اے دوستو! ملیں تو بس اِک پیام کہنا
اُستادِ محترم کو میرا سلام کہنا

مجھ کو خبر نہیں تھی، آیا ہوں میں کہاں سے
ماں باپ اِس زمیں پر لائے تھے آسماں سے
پہنچا دیا فلک تک اُستاد نے یہاں سے
واقف نہ تھا ذرا بھی اِتنے بڑے جہاں سے
مجھ کو دلایا کتنا اچھا مقام، کہنا
اُستادِ محترم کو میرا سلام کہنا

جینے کا فن سکھایا، مرنے کا بانکپن بھی
عزت کے گُر بتائے، رُسوائی کے چلن بھی
کانٹے بھی راہ میں ہیں، پھُولوں کی انجمن بھی
تم فخرِ قوم بننا، اور نازشِ وطن بھی
ہے یاد مجھ کو اُن کا ایک اِک کلام، کہنا
اُستادِ محترم کو میرا سلام کہنا

جو عِلم کا عَلَم ہے، اُستاد کی عطا ہے
ہاتھوں میں جو قلم ہے، اُستاد کی عطا ہے
جو فکرِ تازہ دَم ہے، اُستاد کی عطا ہے
جو کچھ کیا رقم ہے، اُستاد کی عطا ہے
اُن کی عطا سے چمکا حاطبؔ کا نام، کہنا
اُستادِ محترم کو میرا سلام کہنا

درودِ پاک

عائشہ صدیقی عائش

مومن کی بزم کا ہے تجمّل دُرودِ پاک
حمدِ خدا کے بعد ہے افضل درودِ پاک

ہر آن قدسیوں نے کیا پیش با ادب
ذاتِ مقدسہ پہ مسلسل دُرودِ پاک

شرفِ قبولیت عطا اُس التجا کو ہو
بھیجا ہو جس میں آپ پہ اوّل درود پاک

ہر رنج و مشکلات سے دے گا اُسے نجات
جس نے پڑھا وثوق سے ہر پل دُرودِ پاک

پھر روضہءِ رسول پہ کیسے نہ ہو قبول
سوزِ جگر کے سنگ میں مرسل دُرودِ پاک

ویزا ، دیارِ غیر میں جانے کی شرط ہے
لیکن سبیلِ طیبہ کی مشعل دُرودِ پاک

گردش کرے رگوں میں محبت حضور کی
پُر ہے حلاوتوں سے مکمل درودِ پاک

عائش چمن بھی آتا ہے وجد و سرور میں
وردِ زباں گُلوں کے ہو جس پل دُرودِ پاک

گلدستہ

ترتیب و پیش کش: محمد اصغر فتح پوری، متعلم جامعہ بیت السلام کراچی

حمدِ ربِ ذوالجلال

محسن علوی

یہ جرأت سخن ہے یہ اظہارِ حال ہے
لکھوں میں تیری حمد یہ دل میں خیال ہے
رحمٰن ہے رحیم ہے تو ذوالجلال ہے
تیری ہو کیا مثال کہ تو بے مثال ہے
کہتا ہوں لا الٰہ تو رکھتا ہوں یہ یقین
اک ربِ کائنات ہے جو لازوال ہے
وہ لفظ دے کہ میں تری مدحت رقم کروں
ہونٹوں پہ یہ دعا ہے یہ دل میں خیال ہے
ذرہ ہوں کائنات کا، بندہ ہوں رب ترا
میں جو بھی کہہ رہا ہوں یہ تیرا کمال ہے
رافع ہے تو حکیم و لطیف و خبیر ہے
سامع ہے تو بصیر ہے تو ذوالجلال ہے
تیرے سوا کسی پہ بھروسا نہیں خدا
مجھ کو یقین ہے تجھے میرا خیال ہے
رہتی ہے تیرے ذکر میں مصروف یہ زباں
کرتا ادا یہ شکر مرا بال بال ہے

یہ شیطان کا خناس ہے

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ سنایا کرتے تھے کہ: "جو شخص اپنی شان بنانے کی کوشش کرے یا جو یہ سمجھے کہ میں چوں کہ پیر بن گیا ہوں، لہٰذا فلاں کام میری شان کے خلاف ہے، اس کو تو طریقت اور تصوف کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب وہ پیر صاحب بن گئے تو ان کا بازار جاکر کوئی چیز خریدنا ان کی توہین ہے بلکہ وہ اپنے خادموں سے وہ چیز منگوائیں گے، اپنے مریدوں سے منگوائیں گے وہ خود کیوں بازار جائیں گے۔ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبر تو ضرورت کی اشیاء کی خریداری کے لیے بازار جارہا ہے کفار انبیاء کرام پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ "مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ" کہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازار میں بھی پھرتا ہے۔ اب پیغمبر تو بازار سودا خریدنے کے لیے جارہا ہے لیکن پیر صاحب بازار نہیں جاسکتے اس لیے کہ پیر صاحب کی شان زیادہ بڑی ہے۔ یہ شیطان کا خناس ہے۔"

فضول گوئی سے بچنے کا آسان طریقہ

یہ بات خوب سمجھ لیں کہ انسان کے قلب میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے اسی کا ذکر زبان پر ہوتا ہے اور جس کا ذکر زبان پر ہوتا ہے، اس کی محبت قلب میں بڑھتی جاتی ہے۔ جب دنیا کی باتیں ضرورت سے زیادہ کریں گے تو اس سے دنیا کی محبت دل میں بڑھے گی۔ ایک بار حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی خانقاہ میں کچھ لوگ دنیا کی برائی کی باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے انہیں ڈانٹ کر فرمایا کہ اے دنیا کے عاشقو! یہاں سے نکل جاؤ۔ کسی نے کہا کہ یہ تو دنیا کی برائی کر رہے تھے تو فرمایا کہ دل میں دنیا کی محبت ہے جبھی تو اس کا ذکر زبان پر آیا۔ جس کی محبت دل میں ہو موقع بے موقع اس کا ذکر زبان پر آجاتا ہے خواہ بصورت ذم ہی کیوں نہ ہو۔ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے اس لیے جب بھی زبان فضول گوئی کا تقاضا کرے تو یہ سوچا کریں کہ اس میں آپ کا کتنا نقصان ہے۔

(حفاظت زبان، حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ)

نعت

مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ

اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب
صبحِ ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب
چوما ہے قدسیوں نے ترے آستانے کو
تھامی ہے آسمان نے جھک کر تری رکاب
شایاں ہے تجھ کو سرورِ کونین کا لقب
نازاں ہے تجھ پہ رحمتِ دارین کا خطاب
برسا ہے شرق و غرب پہ ابرِ کرم ترا
آدم کی نسل پر ترے احسان ہیں بے حساب
پیدا ہوئی نہ تیری مواخات کی نظیر
لایا نہ کوئی تیری مساوات کا جواب

آپ کے اشعار

انوکھی وضع ہے، سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

علامہ اقبال

ہوئے نام ور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

امیر مینائی

ہوائیں زور کتنا ہی لگا لیں آندھیاں بن کر
مگر جو گھر کے آتا ہے وہ بادل چھا ہی جاتا ہے

جوش ملیح آبادی

سمایا ہے جب سے تو نظروں میں میری
جدھر دیکھتا ہوں ،ادھر تو ہی تو ہے

نصیر الدین حیدر

جن جن کے یہ پرانے پرانے ہیں مقبرے
تھے ان کے واسطے بھی یہاں گھر نئے نئے

بہادر شاہ ظفر

نمک بھر کر میرے زخموں تم کیا مسکراتے ہو
میرے زخموں کو دیکھو مسکرانا اس کو کہتے ہیں

بے خود دہلوی

حضورِ یار بھی آنسو نکل ہی آتے ہیں
کچھ اختلاف کے پہلو نکل ہی آتے ہیں

تاثیر

تمام ہستی پہ چھا رہے ہیں، وہ جیسے خود ہیں بنا رہے ہیں
نظر نظر میں سما چکے ہیں، نفَس نفَس میں سما رہے ہیں

جگر مراد آبادی

کیفیات ہر گز مقصود نہیں

ہمارے دلوں میں ہر وقت یہ اشکال رہتا ہے کہ اتنے دن سے نماز پڑھ رہے ہیں، تسبیح بھی پڑھ رہے ہیں، ذکر بھی کر رہے ہیں، معمولات بھی ہیں، نفلیں بھی پڑھی ہیں، تہجد اور اشراق بھی پڑھ رہے ہیں، لیکن دل کی حالت میں تبدیلی کیوں نظر نہیں آرہی، کوئی کیفیت کیوں پیدا نہیں ہو رہی ہے؟ خوب سمجھ لو کہ یہ کیفیات ہر گز مقصود نہیں، اور جو کچھ عمل کی توفیق ہو رہی ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی طرف سے انعام ہے اور یہ جو فکر ہوتی ہے کہ یہ اعمال پتا نہیں قبول ہوتے ہیں کہ نہیں، یہ خوف دل میں ہونا چاہیے اور یہ سوچے کہ اپنی ذات میں تو یہ عمل اس قابل نہیں تھا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے لیکن جب اس نے اس عمل کو توفیق دے دی تو اس کی رحمت سے یہ بھی اُمید ہے کہ یہ عمل قبول ہوگا۔

(اسلام اور ہماری زندگی)

جب صبر نہیں کرو گے تو لڑائیاں ہوں گی

جب دوسروں کے ساتھ رہنا ہوگا تو تکلیفیں بھی پہنچیں گی، دوسروں کے ساتھ رہنا اور تکلیفیں پہنچنا یہ دونوں لازم وملزوم ہیں، ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا ہی نہیں جاسکتا۔ للذا جب دوسروں کے ساتھ رہنا ہے تو یہ سوچ کر رہنا ہوگا کہ ان سے مجھے تکلیف بھی پہنچے گی اور اس تکلیف پر مجھے صبر بھی کرنا ہوگا، اگر صبر نہیں کرو گے تو لڑائیاں، جھگڑے، فتنے اور فساد ہوں گے اور یہ چیزیں وہ ہیں جو دین کو مونڈ دینے والی ہیں۔ للذا جس کسی سے کوئی تعلق ہو، چاہے وہ تعلق رشتہ داری کا ہو، چاہے وہ تعلق دوستی کا ہو، چاہے وہ زوجیت کا تعلق ہو، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان تعلقات میں تکلیفیں بھی پہنچیں گی اور ان تکلیفوں پر مجھے صبر کرنا ہوگا اور ان تکلیفوں کو مستقل ناچاقی کا ذریعہ نہیں بناؤں گا۔ ٹھیک ہے ساتھ رہنے کے نتیجے میں تلخی بھی تھوڑی بہت ہو جاتی ہے لیکن اس تلخی کو مستقل ناچاقی اور منافرت کا ذریعہ بنانا ٹھیک نہیں۔

(اصلاحی خطبات جلد 11، شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

ہر کام کو اس کے معیار پر تولو

آدمی جو بھی کام کرے اس میں اس بات کا لحاظ کرے کہ میرے اس کام سے دوسرے کو تکلیف تو نہیں پہنچ رہی؟ اگر اس کا لحاظ کر لیا تو سارے معاشرتی احکام کی پابندی ہو گئی اور سارے حقوق العباد ادا ہو گئے لیکن اس کا پتا کیسے لگایا جائے کہ مجھ سے دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہے یا نہیں؟ اس کا معیار یہ حدیث ہے کہ "اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ" دوسروں کے لیے وہی بات پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ ہر چیز کو اس معیار پر تول کر دیکھو تو پتا چلے گا کہ دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہے یا نہیں؟ اگر دوسرے کو تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس کام کو چھوڑ دو۔

عید الاضحیٰ پر بیت السلام کے زیر اہتمام ایک دہائی سے جاری

وقف اجتماعی قربانی کا سلسلہ

پس ماندہ بستیوں کے ہزاروں مستحق خاندانوں تک گوشت پہنچانے کا ذریعہ

رپورٹ: خالد معین

بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ تقریباً ایک دہائی سے وقف اجتماعی قربانی کے ذریعے اہل خیر کی قربانیوں کا گوشت دور دراز کی پس ماندہ بستیوں میں ہزاروں مستحق خاندانوں تک پہنچانے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ بیت السلام کے زیر اہتمام چلنے والے سینکڑوں بیسک ایجوکیشنل مراکز اس کار خیر کو منظم انداز میں جاری رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ تمام کام جید علماء کی نگرانی میں انجام دیا جاتا ہے۔

گزشتہ تین سال سے روہنگیا مہاجرین اور جنگ سے متاثر اہل شام کے لیے بھی اہل خیر بیت السلام کے توسط سے اپنی قربانیاں بھیج رہے ہیں۔

گزشتہ سال یعنی 1440ھ بمطابق 2019ء میں بیت السلام نے 110 مراکز قائم کیے تھے۔ جہاں سے پانچ لاکھ سے زیادہ لوگوں تک 6 ہزار 5 سو 90 من گوشت پہنچایا گیا۔ پاکستان میں 105 مراکز قائم کیے گئے تھے شام میں 4 اور روہنگیا مہاجرین کے لیے ایک مرکز قائم کیا گیا۔ اہل شام اور روہنگیا مہاجرین کے لیے بیت السلام نے ترک رفاہی اداروں کے توسط سے یہ خدمت انجام دی۔

سال 1441ھ بمطابق 2020ء کی وقف اجتماعی قربانی کے لیے انتظامات جاری ہیں۔ ایک بار پھر اہل خیر کے لیے مستحقین کی دعائیں سمیٹنے کا موقع ہے۔

J.
FRAGRANCES
XPOSE THE TRUTH
INSPIRED BY IQRAR UL HASSAN
XPOSE
IQRAR UL HASSAN
J.
XPOSE
24 28 35 50
www.junaidjamshed.com
J.Fragrances.Cosmetics
J.Fragrances.Cosmetics
J_Frag_Cos
J.JunaidJamshed

BAITUSSALAM

وقف اجتماعی قربانی 2020

گزشتہ سال بیت السلام نے ساڑھے تیرہ لاکھ مستحقین تک آپکی قربانی
پہنچائی اس سال آپ کے تعاون سے ہم پہنچیں گے بیس لاکھ مستحقین تک انشاءاللہ

بکرا

درجہ اول 22,000 | درجہ دوئم 17,000

گائے

درجہ اول 10,000
درجہ دوئم 8,500
درجہ سوئم 7,000

ترکی میں متاثرین شام کے لیے

دنبہ/گائے کا حصہ
28,500 | $170

ادائیگی کے طریقے

بیت السلام ٹرسٹ کی کسی بھی برانچ پر بذریعہ کیش یا چیک رقم جمع کروائیں۔

آپ کے دفتر یا گھر سے بیت السلام کے رائیڈر کے ذریعے کیش یا چیک کی وصولی

easypaisa
foree
ویب سائٹ پر آ کر کسی بھی ڈیبٹ، کریڈٹ کارڈ یا ای پیسہ/فوری سے رقم بھیجنے کی سہولت

متعلقہ بینک اکاؤنٹس میں رقم جمع کر کے ای میل یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں۔

daraz
پر موجود بیت السلام ٹرسٹ کے اسٹور پر رقم جمع کریں۔

بذریعہ موبائل ایپ رقم جمع کریں۔

Leopards
TCS
مخصوص برانچز میں رقم جمع کروائیں۔

kuickpay
بذریعہ موبائل ایپ

Qurbani.baitussalam.org

قربانی کی رقوم مندرجہ ذیل بینک اکاونٹس میں جمع کروا سکتے ہیں

Title: Baitussalam Welfare Turst

MEEZAN BANK (0127)
ACCOUNT NO: 0102749031
IBAN: PK58MEZN0001270102749031

FAYSAL BANK (3400)
ACCOUNT NO: 3400301000000871
IBAN: PK31FAYS3400301000000871

UBL (0051)
ACCOUNT NO: 213610395
IBAN: PK06UNIL0109000213610395

DUBAI ISLAMIC BANK (0009)
ACCOUNT NO: 0383104002
IBAN: PK81DUIB0000000383104002

BANK ISLAMI (1024)
ACCOUNT NO: 1024-1030876-0001
IBAN: PK53BKIP0102410308760001

AL BARAKA (0108)
ACCOUNT NO: 0102261146019
IBAN: PK55AIIN0000102261146019

UAN NO.+92-21-111-298-111 | EMAIL: QURBANI@BAITUSSALAM.ORG MOB:+92 320 7872264 | WEB:QURBANI.BAITUSSALAM.ORG